عبدالودود
9.6.15

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ الفرقان

ربوہ
پاکستان

ایڈیٹر:-
ابوالعطاء جالندھری

معاونین ایڈیٹر:-
قاضی محمد نذیر مولوی فاضل
مسعود احمد دہلوی بی۔اے

سالانہ چندہ پیشگی
پانچ روپے

ماہ جولائی ۱۹۵۵ء
ذوالقعدہ ۱۳۷۴ھ

قیمت فی پرچہ
آٹھ آنے

"کیا احمدی مسلمان نہیں ؟"

اِس عنوان کے تحت معزز معاصر "ریاست" دہلی نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۳ میں تحریر کیا ہے کہ :-

" ڈسٹرکٹ جج کیمل پور (پاکستان) نے دیوانی کے ایک مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے یہ قرار دیا ہے کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں اور نہ مسلمانوں کے کسی فرقہ سے ان کا کوئی تعلق ہے۔ اسلامی شریعت کے مطابق کوئی قادیانی عورت کسی مسلمان کے گھر نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیتے ہوئے آپ نے اپنے فیصلہ میں ذیل کی وجوہ دی ہیں :-

(۱) مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت محمد آخری پیغمبر تھے اور ان کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آنے والا تھا۔

(۲) مسلمان اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ جو شخص اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ حضرت محمد آخری نبی تھے وہ اسلام کے حلقہ سے باہر ہے۔

(۳) مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ چونکہ احمدی حضرت محمد کو نبی آخر الزمان تسلیم نہیں کرتے اسلئے وہ مسلمان نہیں بلکہ غیر مسلمان ہیں۔

خوب! احمدی حضرات یقین اور عمل کے اعتبار سے دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ پر خدا کی وحدت اور حضرت محمد کی رسالت پر زیادہ یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ نماز اور روزہ وغیرہ اسلامی شعار کے زیادہ پابند ہیں۔ اسلام کی جتنی تبلیغ انہوں نے کی مسلمانوں کے کسی فرقہ نے نہیں کی۔ یہ لوگ فاقہ کشی کرتے ہوئے بھی اسلام کو غیر ممالک میں پھیلانے میں مصروف ہیں اور قرآن کی جتنی اشاعت انہوں نے کی شاید ہی دوسرے فرقہ کے لوگوں نے کی ہوگی۔ مگر یہ کس قدر ستم ظریفی ہے کہ اسلام کے ان دلدادگان کو اس حکم کے مطابق اسلام سے ہی خارج کر دیا گیا۔ کیونکہ ان لوگوں کے عقیدہ کے مطابق پیغمبر اور نبی حضرت محمد سے پہلے بھی اس دنیا میں آتے اور دنیا کی اصلاح کے لئے پیغمبر اسلام کے بعد بھی آئیں گے۔ آپ کسی مذہب کو لیجئے اس مذہب کے ہر فرقہ کے عقائد میں کچھ نہ کچھ ضرور فرق ہوگا۔ کیونکہ اگر فرق نہ ہو تو یہ فرقہ دوسرے فرقہ سے الگ ہی کیوں ہو۔ مثلاً ہندوؤں میں بت پرست بھی اور بتوں کی پوجا کو نہ ماننے والے بھی۔ عیسائیوں کا ایک فرقہ حضرت مسیح کے بت کے سامنے سر جھکاتا ہے دوسرا فرقہ اسے کفر سمجھتا ہے۔ سنیوں اور شیعوں کے عقائد میں فرق ہے۔ سکھوں میں نام دھاری فرقہ گورو رام سنگھ کو گورو مانتا ہے۔ دوسرے سکھ اسکو گورو نہیں مانتے۔ مذاہب کے فرقوں کے اس فرق کی موجودگی میں اگر احمدی حضرات عقیدتاً سمجھتے ہیں کہ دنیا کی اصلاح اور دنیا کی بدی کو دور کرنے کے لئے ہمیشہ ہی نبی آتے رہے اور آئندہ بھی آتے رہیں گے تو ان کے اس گناہ کی سزا کے طور پر ان کو حلقہ اسلام سے ہی خارج کر دینا ایسا واقعہ ہے جو معقولیت پسند حلقوں میں قابل تعریف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور ہماری رائے ہے کہ احمدی حضرات اس مقدمہ کو پاکستان کی فیڈرل کورٹ تک لیجائیں تاکہ آئندہ احمدی خاندان کے افراد کے لئے عدالتوں میں مشکلات پیدا نہ ہوں۔ چنانچہ اگر یہ قرار دے لیا جائے کہ احمدی غیر مسلم ہیں تو سیاسی اعتبار سے جس صورت میں کہ پاکستان میں یہ غیر مسلم "محفوظ" نہ ہوں گے کیا پاکستان گورنمنٹ ان غیر مسلموں کو کوئی علیحدہ سٹیٹ دینے کے لئے تیار ہے جہاں کہ یہ محفوظ اور مطمئن رہ سکیں کیونکہ غیر مسلم ہونے کی صورت میں تو احمدیوں کے ساتھ ویسا سلوک ممکن ہے جو سنہ ۱۹۴۷ء میں ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ پاکستان میں ہوا یا ابھی پچھلے سال ہی ان بیچاروں کو وہاں مذہبی غنڈہ ازم کا ..."

الفرقان ہم اس جگہ اس حقیقت کا اظہار اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ بلاشبہ سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور آخر الانبیاء ہیں مگر یہ درست نہیں کہ مسلمانوں کے نزدیک حضور کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں۔ مسلمانوں کے سب فرقے حضرت عیسےٰ نبی اللہ کی آمد کے منتظر ہیں اور انہیں شریعت محمدیہ کی اتباع کرنیوالا نبی یقین کرتے ہیں۔ پھر یہ دعویٰ تو سراسر غلط ہے کہ احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یا نبی آخر الزمان نہیں مانتے۔ یہ بات محض مخالفین سلسلہ احمدیہ نے جھوٹے طور پر مشہور کر رکھی ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

" میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسکو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"

فہرست مندرجات

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	کیا احمدی مسلمان نہیں؟ (اخبار ریاست دہلی کا مقالہ)		ٹائیٹل صـ ب
۲	چیلنج ۔ طلوع اسلام والوں اور جماعت اسلامی والوں کو باب اور بہاء کو مدعی نبوت ثابت کرنے کی دعوت ۔	ایڈیٹر	۲
۳	حقیقت جہاد (نظم)	جناب احمد ظفر صاحب کراچی	۶
۴	شذرات	ایڈیٹر	۷
۵	حدیث نبوی من صلّٰی صلاتنا اور مسلمان کی تعریف ۔ (الاعتصام کا جواب)	ایڈیٹر	۱۱
۶	سوالات اور جوابات	ایڈیٹر	۱۵
۷	قرآن مجید اور علم طبقات الارض	جناب چوہدری محمد عبداللہ صاحب ڈائریکٹر فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ	۱۷
۸	حفظان صحت ملیریا ـــ موسمی بخار	جناب ڈاکٹر حمید الحمید صاحب چغتائی ۔ لاہور	۲۷
۹	البیان (قرآن مجید کے ایک رکوع کا ترجمہ و مختصر نوٹ)	ایڈیٹر	۳۱
۱۰	تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی مختلف جماعتیں	جناب چودھری احمد الدین صاحب پلیڈر ۔ گجرات	۳۳

اپنے احباب سے!

رسالہ الفرقان کے خریدار صاحبان میں سے بیشتر احباب کا یہی احساس ہے کہ یہ ہمارا اپنا رسالہ ہے اور اس کی اشاعت کی ذمہ واری ہماری اپنی ہے اس لئے وہ بر وقت سالانہ چندہ ادا فرما دیتے ہیں مگر بہت سے دوستوں کے ذمہ بقایا ہے ۔ ایسے احباب سے درخواست ہے کہ وہ خود احساس ذمہ واری فرما کر اپنے اپنے ذمہ کی رقم ارسال فرماویں تا یہ رسالہ باقاعدہ جاری رہے ۔ جزاکم اللہ ۔

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۵ | الفرقان | نمبر ۷

چیلنج

"طلوعِ اسلام" والوں اور "جماعتِ اسلامی" کی ایمانداری کا امتحان!

کیا باب اور بہاء نے دعویٰ نبوت کیا ہے؟

صداقت کی مخالفت کا ایک طبعی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان روز بروز جادۂ حق سے منحرف ہوتا جاتا ہے۔ اس کے لئے غلطی کا اعتراف کرنا موت ہوتا ہے اور وہ ایک نادرست بات کے بعد دوسری نادرست بات اختیار کرتا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے لوگ دوسرا اور تیسرا جھوٹ اختیار کرتے ہیں مگر کیا بھی ریت پر پائیدار عمارت بن سکتی ہے اور کیا کبھی کاغذ کی ناؤ دیر تک چل سکتی ہے؟

مخالفینِ احمدیت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے سلسلہ میں دو بنیادی غلطیاں کی ہیں۔ اوّل تو انہوں نے عوام کو گمراہ کرنے کے لئے آپ کی طرف ہمیشہ وہ دعویٰ منسوب کیا ہے جس کے آپ مدعی نہ تھے اور نہ ہی آپ کی جماعت آپ کو اس دعویٰ کا دعویدار مانتی ہے مخالفین نے غلط طور پر ہمیشہ یہ کہا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر مدعیٔ نبوت ہیں حالانکہ آپؑ بھی اور جماعت احمدیہ کے افراد بھی ایسے دعویٰ نبوت کو کفر و الحاد یقین کرتے ہیں۔ آپ کا دعویٰ صرف یہ ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع سے اور آپؐ کی پیروی کی برکت سے اُمتی نبوت کا مقام ملا ہے۔ اور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پھیلانے کے لئے آیا ہوں' میں کوئی نئی شریعت یا نیا کلمہ لانے والا نہیں ہوں۔ مقامِ افسوس ہے کہ ہمارے مخالفین نے کبھی بھی آپؑ کے اس دعویٰ کو اس رنگ میں پیش نہیں کیا۔ دوم۔ دوسری غلطی مخالفینِ احمدیت کی یہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کے ڈانڈے ایسے لوگوں سے ملانے کی سعیٔ ناکام کی ہے جو اسلام کو منسوخ قرار دیتے اور الوہیت کے دعویدار ہیں۔ طرفہ یہ ہے کہ ہمارے مخالفین ایسے مدعیان کو خواہ مخواہ نبوت کے دعویدار قرار دیتے ہیں۔

بابی اور بہائی تحریک کے بانی علی محمد بابؔ اور مرزا حسین علی بہاءؔ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ نبی ہیں۔ اور نہ ہی آج تک ان کے پیروؤں نے اُن کو نبی قرار دیا ہے۔ بلکہ یہ لوگ ہمیشہ اُن کو نبی ماننے سے انکار کرتے ہیں مگر ہمارے مخالفین واقعات کے خلاف اور بابیوں اور بہائیوں کے عقائد کے برعکس باب اور بہاء کو محض اسلئے مدعیٔ نبوت ٹھہراتے ہیں تاکہ کہہ سکیں کہ جس طرح باب اور بہاء نے نبوت کا

دعویٰ کیا تھا اُسی طرح حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ جماعت اسلامی کے آرگن ایشیا لاہور (۲۰ر جون) نے ایسی روش اختیار کرنیوالوں کے متعلق بجا طور پر لکھا ہے کہ:-

"فتنہ پردازوں کا یہ ایک نہایت
گھٹیا تکنیک ہے کہ وہ کسی شخص کو بدنام
کرنے کے لئے کسی بدنام زمانہ شخص سے
مماثل قرار دیدیتے ہیں اور توقع رکھتے
ہیں کہ جہلاء مشتعل ہو کر اس کے دشمن بن
جائیں گے۔"

اب آپ ذیل کے دو اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ رسالہ "طلوع اسلام" لکھتا ہے:-

(۱) "مدعیانِ نبوت میں ہمارے دَور میں
قادیان کے مرزا غلام احمد اور ایران کے
سید علی محمد باب اور بہاء اللہ مشہور ہیں"

(۱۱ر جون ۵۰ء)

جماعت اسلامی کا ہفت روزہ "ایشیا" لکھتا ہے:-

(۲) "بہائی ہر چند قرآن مجید کو کتاب اللہ
مانتے ہیں اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو
اللہ کا رسول مانتے ہیں۔ مگر وہ محمد علی باب
کو مہدی اور بہاء اللہ کو مسیح بھی تسلیم
کرتے ہیں اور اس طرح ایک نئی نبوت
پر اعتقاد رکھتے ہیں" (۱۳ر جون ۵۰ء)

ہر دو عبارتوں میں طلوع اسلام والوں نے اور جماعت اسلامی والوں نے باب اور بہاء کو مدعی نبوت قرار دیا ہے مگر ان کا یہ بیان سراسر خلافِ واقعہ ہے۔ یہ لوگ یا تو بہائی لٹریچر سے ایسے ناواقف ہیں کہ انہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ باب اور بہاء نے کیا دعویٰ کیا تھا اور یا پھر جان بوجھ کر محض احمدیت کی دشمنی میں یہ وطیرہ اختیار کیا ہے ہیں۔ ہر دو صورتیں افسوسناک ہیں۔ بہائیوں کے ہاں یہ حکم ہے "استر ذھبک و ذھابک و مذھبک" کہ اپنا سونا اور آنا جانا اور مذہب مخفی رکھو (بہجۃ الصدور ص۲۳۰) اسلئے ممکن ہے کہ ہمارے مخالفین کو واقعی پتہ نہ ہو کہ بابیت اور بہائیت کے بانیوں کا کیا دعویٰ ہے مگر ایسی بھی ناواقفیت کیا ہے کہ جماعت احمدیہ تیس سال سے کھول کھول کر بتا رہی ہے کہ ان لوگوں کے دعاوی یہ ہیں مگر علماء ہیں کہ بلا وجہ مرغ کی ایک ٹانگ کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ درحقیقت یہ ساری ناواقفیت احمدیت کی عداوت کے لئے عمداً اختیار کی جا رہی ہے۔ اسلئے ہم طلوع اسلام والوں اور ارکانِ جماعت اسلامی کے ایمان کے امتحان کے لئے انہیں چیلنج دیتے ہیں کہ وہ باب اور بہاء کا مدعی نبوت ہونا ثابت کریں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ لوگ پورا زور لگانے کے باوجود ایسا نہیں کرسکتے۔

ہم مخالفین کے ازدیادِ علم کے لئے ذیل میں بہائیوں کے چار اقتباس پیش کرتے ہیں:-

(۱) ابوالفضل صاحب ایرانی بہائی لیڈر لکھتے ہیں:-

"اینکہ جناب شیخ گمان فرمودہ اند
کہ تا بیاد عائے ایشان ادعائے نبوت
باشد محض وہم و گمان خود جناب شیخ است
و ہرکس با اہلِ بہاء معاشر و یا از کتب
این طائفہ مطلع باشد میداند کہ نہ در
الواحِ مقدسہ ادعائے نبوت وارد شدہ
و نہ بالسنۂ اہلِ بہاء لفظ نبی بر آن
وجودِ اقدس اطلاق گشتہ"

کہ مخالف شیخ نے جو یہ خیال کیا ہے کہ باب و بہاء مدعی نبوت تھے۔ یہ محض ان کا اپنا وہم و گمان ہے۔ ہر شخص جو بہائیوں کا واقف ہے یا اسے بہائیوں کی کتابوں پر اطلاع ہے وہ خوب جانتا ہے کہ نہ ہی الواح میں ا

لوگوں کا دعویٰ نبوت وارد ہوا ہے اور نہ ہی اہلِ بہاء کی زبان پر کبھی انہیں نبی کہا گیا ہے۔" (کتاب الفرائد صفحہ ۲۷۵)

(۲) مصر کے بہائیوں نے اپنی کتاب "البہائیۃ" میں لکھا ہے:۔

"انّ حضرۃ البہاء وحضرۃ عبدالبہاء وحضرۃ الباب لم یدع احد منہم النبوۃ۔"

کہ بہاء۔ عبدالبہاء اور باب میں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔" (صفحہ ۲۹)

(۳) بہائیوں کے رسالہ کوکبِ ہند میں لکھا ہے:۔

"نہ تو آیۂ مبارکہ میں نبی کا لفظ ہے نہ فرقان کے موعود کو نبی کہا گیا ہے نہ اہلِ بہاء حضرت بہاء اللہ جلّ ذکرہ الاعظم کو نبی مانتے ہیں۔ اور کوکبِ ہند میں بارہا اس کا اعلان کیا جا چکا ہے۔"
(کوکبِ ہند دہلی جلد ۶ صفحہ ۷، ۱۷ مئی ۱۹۲۸ء)

(۴) کوکبِ ہند اعلان کرتا ہے کہ:۔

"اہلِ بہاء دورِ نبوت کو ختم جانتے ہیں۔ امتِ محمدیہ میں بھی نبوت جاری نہیں سمجھتے۔ ہاں خدا کی قدرت کو ختم نہیں جانتے اسلئے خدا کی قدرت کے نئے ظہور کو تسلیم کرتے ہیں جو نبوت کے آگے ایک نئی شان رکھتا ہے اور یہ دورِ نبوت کے ختم ہونے کا کھلا اعلان ہے اسی لئے اہلِ بہاء نے کبھی نہیں کہا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی اور موعودِ کل ادیان نبی یا رسول ہے بلکہ اس کا ظہور مستقل خدائی ظہور ہے۔"
(کوکبِ ہند دہلی جلد ۹ صفحہ ۶، ۲۴ جون ۱۹۲۸ء)

ان اقتباسات سے عیاں ہے کہ بہائیوں کے ہاں باب اور بہاء کو نبی نہیں مانا جاتا بلکہ انہیں مستقل خدائی ظہور کہا جاتا ہے۔ خود جناب بہاء نے کہا ہے:۔ لا الٰہ الّا انا المسجون الفرید کہ مجھ تنہا قیدی کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ (مبین صفحہ ۲۸۶)

پس جب باب و بہاء خود مدعیٔ نبوت نہیں بہائی اُن کو مدعیٔ نبوت نہیں مانتے تو ان مخالف مولویوں کا عداوتِ احمدیت میں اُن کو خواہ مخواہ مدعیٔ نبوت قرار دینا کس قدر انوکھی بات ہے۔

۱۹۲۸ء کی بات ہے کہ اہلِ حدیث کے بڑے عالم مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی احمدیوں کے مقابلہ پر بہاء اللہ کو مدعیٔ نبوت قرار دیکر مضامین لکھے تھے لیکن جب حوالہ جات ان کے سامنے آئے اور خود بہائیوں کا انکار پیش کیا گیا تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے صاف اعلان کر دیا کہ:۔

"ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ کسی انسان کے لئے سب سے بڑا دعویٰ نبوت اور رسالت ہے اسلئے ہم آج تک یہ کہتے رہے کہ شیخ بہاء اللہ نبوت کے مدعی تھے مگر آج اُن کی جماعت کے آرگن کوکبِ ہند نے ہمارے اس خیال کی بڑی سختی سے تردید کی ـــــ ہمیں کیا ضرورت کہ ہم اُن کی نبوت پر اصرار کریں ـــــ ہم کہا ہے کو

کسی کا مسلمہ عقیدہ تبدیل کریں یا تبدیلی کرنے پر زور دیں بلکہ ہم وہی کہیں گے جو خود بہائی اپنا عقیدہ ظاہر کریں گے"۔ (اخبار اہلحدیث امرتسر ۲۶ر جولائی ۱۹۲۶ء)

کیا ہم طلوعِ اسلام والوں اور جماعت اسلامی والوں سے توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جیسی ادبی جرأت کا اظہار کر کے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیں گے اور آئندہ کے لئے یہ نہ کہیں گے کہ باب اور بہاء مدعی نبوت تھے بلکہ واقعات کے مطابق انہیں مدعی الوہیت گردانیں گے؟ ہم طلوعِ اسلام اور ایشیا سے اپنے چیلنج کے جواب یا اعترافِ حقیقت کے منتظر ہیں۔

اگر لوگ غور کریں اور صفائی قلب سے کام لیں تو سچائی کا پانا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ تحریکِ احمدیت اور بہائیت میں مابہ الامتیاز یہی ہے کہ بہائی لوگ قرآن مجید کو منسوخ کتاب مانتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہائیت کے بانی کے سامنے فروتر یقین کرتے ہیں۔ بہاء اللہ نے لکھا ہے "ھٰذا یوم لو ادرکہ محمد رسول اللّٰہ لقال قد عرفناك یا مقصود المرسلین" کہ آج کا دن وہ ہے اگر محمد رسول اللہ اس دن کو پاتے اور میرے وقت میں ہوتے تو مجھے کہتے کہ اے نبیوں کے مقصود ہم نے تجھے شناخت کر لیا ہے۔ بہائی لوگ اسلام کے دونوں بنیادی ستونوں کو گرا رہے ہیں۔ وہ قرآن کریم کو پرانی کتاب اور منسوخ شدہ صحیفہ کہتے ہیں اور اس کی بجائے نئی شریعت قائم کرنے کے مدعی ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات کو منقطع قرار دیتے ہیں۔ آپ کے دور کو ختم شدہ ٹھہراتے ہیں اور آپ کے کلمہ کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور اسلام کے قبلہ کعبۃ اللہ کی بجائے نیا خود ساختہ قبلہ ٹھہراتے ہیں۔ بہائی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی معنوں میں خاتم النبیین ٹھہراتے ہیں جن میں عام مولوی ٹھہراتے ہیں یعنی آنحضرتؐ کے آنے سے نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اب کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اسی بناء پر بہائی کہتے ہیں کہ اب نبی آنے بند ہو چکے ہیں۔ محمد رسول اللہ تک نبی آتے رہے آپ بھی ایک نبی تھے۔ اب خود خدا آ گیا گویا نبوت کے دور کے بعد الوہیت کا دور شروع ہو گیا ہے جیسا کہ اوپر ایک اقتباس بھی درج کیا جا چکا ہے۔ یہی بہائیت کا لب لباب اور خلاصہ ہے!

کتنے ظالم ہیں وہ لوگ جو احمدیت کو بہائیت کا مثنیٰ اور چربہ ٹھہراتے ہیں اور کتنے ہی حق سے دور ہیں وہ علماء جو واقعات کے خلاف اور حقیقت کے نقیض یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ جس طرح بہاء اور باب نے دعویٰ نبوت کیا ہے اسی طرح حضرت میرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام نے دعویٰ نبوت کر دیا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جب باب اور بہاء نے اسلام اور بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کے خلاف انتہائی زہر چکانی کر کے ظلمت پھیلانی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سرزمین قادیان سے آنحضرتؐ کے امتی نبی کے طور پر مبعوث فرمایا جنہوں نے باب اور بہاء کے جھوٹے مزاعم کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا اور علی الاعلان کہا ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

پھر فرمایا ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

کیا طلوعِ اسلام والے اور اسلامی جماعت والے خدا کا خوف کر کے اور آخرت کی بازپرس سے ڈر کر باب اور بہاء کے دعویٰ نبوت کا فیصلہ کرانے کیلئے ہمارے چیلنج کو منظور کریں گے؟ وما علینا الا البلاغ المبین۔

حقیقتِ جہاد

(ڈاکٹر اقبال کے جواب میں اُنہی کے انداز میں)

(از جناب راجہ نذیر احمد صاحب ظفر اسسٹنٹ ایڈیٹر روزنامہ المصلح کراچی)

بیشک مسیح پاک کا فرمان تھا بجا
"دُنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر"
شاید جنابِ معترض یہ جانتے نہ تھے
حالاتِ وقت سے نہ تھے شاید وہ باخبر
تیغ و تفنگ دستِ مسلماں میں جب نہ تھی
تھا نعرۂ جہادؔ پھر بے سُود و بے اثر
لیکن وہ جن کے پاس تھی تیغ و تفنگ بھی
اُن کو بھی اپنی سرکشی کا مل گیا ثمر
"باطل کے فال و فر کی حفاظت"؟ نہ کر سکا
یورپ زرہ میں ڈوب کر از دوش تا کمر
ممکن ہے گر حفاظتِ اقوام تیغ سے
گزری ہے موجِ خون کیوں یورپ سے سر بسر؟
تُو ہی بتا کہ تیغ نے تیری ہے کیا کیا؟
اُن کے قلم سے شق ہوا باطل کا دل جگر
"حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات"
صائبؔ یہ اعتراض ہے غلطی سے درگزر
جس راز کو مسیحؑ نے کھولا نہ پا سکا
تیرا خیالِ خام گو بھٹکا نگر نگر!

لہ لفظ جہاد یہاں جنگ کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ ڈاکٹر اقبال نے کیا ہے ورنہ جہاد کا حکم تو ہر وقت جاری و ساری ہے - ظفر

شذرات

ایک مقدمہ کا فیصلہ

مودودی جماعت کا اخبار ایشیا مذکورہ بالا عنوان کے ماتحت سیشن جج راولپنڈی کے کسی فیصلے کا ذکر کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ فیصلے میں لکھا ہوا ہے "اس پر بھی اجماعِ اُمّت ہے کہ قادیانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے لہذا وہ مسلمان نہیں ہیں"۔ اس ذکر کے بعد مدیر ایشیا لکھتے ہیں :-

"یہ ایک نہایت اہم فیصلہ ہے اور
استدلال کی ایسی بنیادوں پر قائم ہے
جس کی تردید نہیں کی جا سکتی"

ہم سمجھتے ہیں کہ درحقیقت عدالتوں کا دائرہ عمل یہ نہیں ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور اسلامی عقائد پر عمل پیرا ہے اسے غیر مسلم قرار دیں۔ یہ تو علماء کا ہی طریق رہا ہے کہ وہ اپنے سے اختلاف رکھنے والوں کو جھٹ کافر اور بے ایمان قرار دیتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر مذکورہ بالا ایشیا والا اقتباس درست نقل کیا گیا ہے تو یہ کسی حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ صریح طور پر خلافِ واقعہ ہے۔ کیونکہ احمدی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں۔ ہاں وہ دوسرے مسلمانوں سے اتنا اختلاف رکھتے ہیں کہ دوسرے مسلمانوں کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ نبی اللہ دوبارہ آئیں گے اور جماعت احمدیہ کے نزدیک حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف آپ کا اُمتی اور آپ سے فیض یافتہ وجود ہی مسیح موعود بن سکتا ہے۔

کیا اس تعبیری اختلاف کی بناء پر کوئی عقلمند انسان کہہ سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخرالانبیاء نہیں مانتی؟

ایک اَور مقدمہ کا فیصلہ

ہم اخبار ایشیا کی سطور بالا پر تبصرہ لکھ رہے تھے کہ ہمارے سامنے سولہ صفحہ کا ایک ٹریکٹ زیرِ عنوان "نوائے پاکستان" آ گیا۔ اس میں ضلع لائلپور کے بیس معززین اہل سنت والجماعت حضرات کے دستخطوں سے اپیل کی گئی ہے کہ موجودہ دَور میں علماء کے فتویٰ بازی کے طریق کو بند کر دیا جائے۔ اس ٹریکٹ میں جناب ڈسٹرکٹ جج لائلپور شیخ عبدالمجید صاحب اصغر کا فیصلہ مؤرخہ ۵/۵/۵۱ نیز سب جج صاحب لائلپور کا فیصلہ مؤرخہ ۳/۱۱/۵۳ بھی درج کیا گیا ہے۔ جن میں بڑے زور کے ساتھ جج صاحبان نے عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ احمدیوں کو مسلمان قرار دیا ہے۔ ہر دو فیصلے پڑھنے کے قابل ہیں۔ یہ ٹریکٹ چوہدری ضیاء الدین صاحب بہلولپور ضلع لائلپور سے ایک آنہ میں مل سکتا ہے۔[لہ]

جن معززین نے اس مضمون پر دستخط کیے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم احمدی نہیں ہیں لیکن ہم یہی سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی خیرخواہی اور بہبودی اسی امر میں ہے کہ ہم سب فرقوں کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مسلمان سمجھیں"۔

اِن حالات میں کیا یہ بہتر نہیں کہ پاکستان کی قابلِ صد احترام عدالتیں تکفیر بازی کے اس طوفان میں کسی طرح سے

لہ تالیف و تصنیف ربوہ سے بھی مل سکتا ہے۔

حصہ دار نہ بنیں جو مسلمانوں کی یکجہتی کو زائل کرنے والا اور پاکستان کے استحکام کو نقصان پہنچانے والا ہے۔

جماعتِ اسلامی کمیونسٹوں کے نقشِ قدم پر

پروفیسر محمد ہاشم صاحب قدوائی لکھنوی لکھتے ہیں:۔

"تنظیم اور اتحاد کے لحاظ سے مودودی صاحب کی جماعت جماعتِ اسلامی امتیازی خصوصیت کی مالک ہے۔ کام کرنیکا ڈھنگ اور پروپیگنڈا ٹیکنیک بالکل وہی ہے جو کمیونسٹوں کا ہے۔ وہی بے پناہ پروپیگنڈا اور وہی اپنے مسلک کی پرجوش تبلیغ لیکن ٹھوس تعمیری کاموں کی بجائے اس جماعت کو بھی ہنگامی سیاست سے زیادہ دلچسپی ہے۔ ہندوستان میں اس جماعت کے نزدیک الیکشن میں حصہ لینا منع اور بہت بُرا ہے لیکن پاکستان میں یہی جماعت آزادانہ اور غیر جانبدارانہ الیکشن کا مطالبہ کرتی ہے۔"

(چٹان لاہور ۱۶ جون ۱۹۷۰ء صفحہ ۱)

ہم اس بیان پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

جماعت احمدیہ مودودی صاحب کی دشمن نہیں ہے

علماء اور دوسرے طبقوں کی طرف سے مخالفت پر ناراض ہوکر مولانا مودودی کہتے ہیں:۔

"سب سے زیادہ حیرت انگیز طرزِ عمل بعض ان علماء کا ہے جو حق کے راستے میں کانٹے بچھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پھر جس کا جی چاہے وہ قادیانیوں کے اخبارات و رسائل اٹھا کر دیکھ لے اس کو ایک نظر میں معلوم ہو جائے گا کہ ان کو جتنی عداوت مجھ سے اور جماعت اسلامی سے ہے اتنی کسی شخص اور گروہ سے نہیں ہے۔ وہ اپنے لئے خطرہ جمعیۃ العلماء اسلام کو سمجھتے ہیں نہ جمعیۃ العلماء پاکستان کو۔ نہ احرار کو اور نہ کسی دوسرے کو۔ عداوت کے سارے زہریلے تیر انہوں نے میرے اور جماعت اسلامی کے لئے وقف کر رکھے ہیں۔" (ایشیا ۲ جون ۱۹۷۰ء)

اگر جناب مودودی صاحب کے اس بیان کا یہ مقصد ہے کہ وہ اس طرح اپنی اہمیت بڑھائیں تو ہم ان کے راستے میں روک بننا نہیں چاہتے ورنہ جہاں تک اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا سوال ہے جماعت احمدیہ کے لئے مودودی صاحب کی پارٹی اور نہ کوئی دوسری پارٹی خطرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو ہر شر سے محفوظ رکھنے والا ہے لیکن جہاں تک ظاہری مخالفت کا سوال ہے ہم سارے علماء کو اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھا ہوا پاتے ہیں۔ ہمارا مسلک تو یہ ہے ؎

اے دل تو نیز خاطرِ اینان نگاہ دار
کا خر کنند دعویٰ حُبِّ پیمبرم

ہمیں نہ مودودی صاحب سے عداوت ہے اور نہ ان کی جماعت سے۔ ہمارا موقف ہمیشہ دفاعی رہا ہے اور دفاعی رہے گا۔

جماعت اسلامی کے اخبارات تسنیم اور المنیر وغیرہ قریباً روزانہ جماعت احمدیہ کے خلاف غلط پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ ان کے بعض اخبارات نے تو احمدیت کے بدنام کرنے کیلئے مستقل عنوان قائم کر رکھے ہیں۔ مودودی صاحبان اپنے اصولوں اور مسلک سے ہٹ کر بھی احمدیوں کی مخالفت میں حصہ لیتے ہیں اور ہر طرح سے احمدیت کو کچلنا چاہتے ہیں۔ بایں ہمہ انہیں شکوہ ہے کہ احمدیوں کو ان سے عداوت ہے

حالانکہ جماعت احمدیہ نے ہمیشہ جوابی موقف اختیار کیا ہے اور کبھی اپنے اصول و مسلک سے انحراف نہیں کیا۔

مجلّہ "الصدّیق" ملتان کی رائے

ملتان کے مجلّہ الصدیق نے "جماعت اسلامی کا موقف" کے زیر عنوان ایک مضمون شائع کیا ہے۔ اس میں دو فتوے بھی طبع ہوئے ہیں۔ ان میں لکھا ہے کہ:-

"جماعت اسلامی ایک جدید فرقہ بن گیا ہے ...... جسے عام مسلمان مودودی فرقہ کے نام سے ملقب کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں جماعت اسلامی کا ممبر ہونا یا ان کے پروگراموں سے بہمہ وجوہ متفق ہو کر کام کرنا عوام و خواص کے لئے مضر ہے۔ اس جماعت میں شرکت ہمارے نزدیک درست نہیں۔" (بحوالہ المنیر لائلپور ۲۰ مارچ ۱۹۵۵ء)

سوال صرف یہ ہے کہ شرعاً بجز مامور کے کسی کو اختیار نہیں کہ نئی جماعت کی بنیاد رکھے۔ اندریں صورت مولانا مودودی صاحب کو کیا حق ہے کہ وہ مسلمانوں کے اندر نئے فرقہ کی بنیاد رکھیں اور اپنی علیحدہ جماعت بنائیں۔ ایسی صورت میں وہ بنیادی طور پر شریعت کے خلاف قدم رکھ رہے ہیں۔ باقی رہے علماء سو ان کو جو چاٹ لگا دی گئی ہے وہ اس سے باز نہیں رہ سکتے۔

"اسلامی دستور" اور "اسلامی معاشرہ"

ایک زمانہ تھا کہ مولانا مودودی صاحب بڑے زور سے لکھا کرتے تھے کہ دستور ساز مجلس اور اسکی رکنیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی انسان قانون بنانیکا مجاز ہی نہیں۔ مگر اب نوبت بایں جا رسید کہ ان کے آرگن تسنیم سے لکھ رہے ہیں کہ:-

"اسلامی دستور کے سلسلے میں عوام اور **علماء امّت** کے متفقہ فیصلوں اور مطالبوں کو بے کم و کاست قبول کیا جائے تاکہ حصولِ پاکستان کا اصل مقصد یعنی ایک اسلامی معاشرہ کا قیام جلد از جلد پورا ہو سکے۔"

اس عبارت میں **قرآن و سُنّت** کی بجائے **عوام** اور **علماءِ اُمّت** کو رکھ دیا گیا ہے۔ گویا اب اسلامی دستور قرآن و سنّت کی بجائے عوام اور علماء کے "فیصلوں اور مطالبوں" کے مجموعہ کا نام ہے اور اس مجموعہ کا قبول کرنا حکومت پاکستان کا فرض ہے تاکہ جلد سے جلد اسلامی معاشرہ قائم ہو سکے۔ اس جگہ قابلِ غور امر یہ ہے کہ گزشتہ آٹھ سال میں عوام اور علماء نے اپنے ان "فیصلوں اور مطالبوں" پر کس حد تک عمل کیا ہے اور انہیں کہاں تک عملی جامہ پہنایا ہے؟ **اوّل** تو یہ گراوٹ قابلِ ملاحظہ ہے کہ اسلامی دستور اب قرآن و سنّت کے اصول اور فیصلہ جات کے مجموعہ کا نام نہیں رہا بلکہ عوام اور علماء کے فیصلوں اور مطالبات کا نام رہ گیا ہے۔ **دوم** یہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ آٹھ سال تک عوام اپنے فیصلہ جات اور مطالبات پر عمل نہیں کرتے۔ علماء ان فیصلہ جات اور مطالبات کو عملی شکل دینے کی سعی بلیغ نہیں کرتے۔ لیکن جونہی اسلامی دستور کا سوال پیدا ہوتا ہے جھٹ یہ حضرات "اسلامی معاشرہ" کے جلد از جلد قائم کرنے کے لئے حکومت سے مطالبہ شروع کر دیتے ہیں کہ عوام اور علماء کے فیصلوں اور مطالبات کو فوراً قبول کیا جائے تاکہ "اسلامی دستور" کا مسئلہ حل ہو جائے۔

بے شک اسلامی دستور بننا چاہیئے اور مسلمانوں کا دستور بجز اسلام کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ تعزیری احکام تو معدودے چند ہیں باقی ساری شریعت

اور سالمے احکام تو انفرادی عمل اور کام کے احکام ہیں۔ کیا عوام اور یہ علماء امت ان احکام پر عمل پیرا ہیں؟ بات گو تلخ ہے مگر ہے حقیقت کہ شریعت کا عمل عنقا ہو چکا ہے۔ اسلام کا نام اور قرآن کے الفاظ باقی ہیں۔ اور علماء محض فتنہ گری کا کمال رکھتے ہیں۔ پس ان حالات میں روحانی انقلاب اور دلوں کی اصلاح کے بغیر اسلامی معاشرہ کیسے قائم ہوگا اور دینی احکام پر عمل کس طرح ہوگا۔ کیا محض حکومتوں کے نام سے اسلامی معاشرہ قائم ہو سکتا ہے؟ اخبار المنیر لکھتا ہے:—

"اگر اس وقت اس خطرناک صورتِ حال کو اچھی طرح محسوس نہ کیا گیا اور ہم حسبِ سابق ضمنی مباحث اور فروعی مسائل میں ایک دوسرے سے دست و گریباں رہے تو ہمارا انجام بعینہٖ وہی ہوگا جو اس وقت ممالک اسلامیہ کے باشندوں کا ہو رہا ہے۔ وہاں فرنگیت ننگا ناچ ناچ رہی ہے۔ وہاں کے شیوخِ حدیث تک کا یہ حال ہو گیا ہے کہ ہر صبح داڑھی منڈوا کر درس حدیث دیتے ہیں۔ اور حد یہ ہے کہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں محمود افندی اور ٹیلی ویژن پر مغربی مغنیوں کا ناچ دیکھتے ہیں۔"

(۲۸ / مارچ ۱۹۵۵ء)

پس اسلامی معاشرہ کے لئے افراد کا حقیقی مسلمان ہونا ضروری ہے اور اسلامی دستور اسلامی معاشرہ ہی میں نافذ ہو سکتا ہے۔ انبیاء اسی طریق پر عمل پیرا رہتے ہیں مگر جن کو اقتدار کی کرسیوں کا عشق ہوتا ہے، وہ مذہب کو سیاست کے لئے آلۂ کار بناتے ہیں۔ وللناس فیما یعشقون مذاھب۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ کہ ہر گروہ اپنے ہی مسلک اور عقیدہ پر خوش ہوتا ہے۔

قرآن مجید کا مقام کہاں ہے؟

مدیر "الاعتصام" نے جماعت اسلامی والوں کو خطاب کرتے ہوئے لکھا ہے:—

"آپ کے غرور و نخوت کا یہ حال کیوں ہے؟ آپ کس بل بوتے پر شخصی و دینی اور مذہبی و اسلامی اجارہ داری قائم کئے ہوئے ہیں؟ اور کیوں تنہا آپ کے ہر کس و ناکس کو اسلام کی طرف سے بولنے کا حق حاصل ہے اور دوسروں کو نہیں؟ ہمیں بتایا جائے آپ میں کتنے پڑھے لکھے لوگ ہیں؟ کتنوں نے علوم دینیہ کے لئے اپنے کو وقف کئے رکھا ہے؟ کتنے ایسے ہیں جنہوں نے علوم حدیث و اصول حدیث کے لئے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے؟ اور کتنے ایسے ہیں جنہوں نے فقہ اور اصول فقہ کو باقاعدہ پڑھا یا پڑھایا ہے؟ اس علمی بے مائگی کے باوجود ان میں کا ہر شخص جب مرکز میں رہ کر استادانِ فن کے سامنے رسائل و مسائل پڑھ لیتا ہے تفہیمات پر نگاہ ڈال لیتا ہے دینیات کے ابواب میں سے گزر جاتا ہے سیاسی کشمکش حصہ اول و دوم کا مطالعہ کر لیتا ہے اور تنقیحات سے فارغ ہو جاتا ہے تو اسے "صحاح ستہ" کی تکمیل کی سند عطا کر دی جاتی ہے۔" (الاعتصام یکم جولائی ۱۹۵۵ء)

جماعت اسلامی اور جمعیۃ اہل حدیث کے "معاملات" میں ہمارا دخل مناسب نہیں۔ اس اقتباس کے سلسلہ میں ہمارا صرف اتنا ہی سوال ہے کہ "علوم" کے اس طویل و عریض سلسلے میں قرآن پاک کا نام کہیں نہیں آیا۔ احادیث کی صحاح ستہ کے مقابل میں جناب مودودی صاحب کی

جو اختراعی صحاح ستہ کا تو ذکر کر دیا گیا ہے مگر قرآن مجید کا ذکر ہر جگہ مفقود ہے۔ کیا اب بھی شبہ ہے کہ ان لوگوں نے قرآن پاک کو کتاب مہجور بنا رکھا ہے۔ اللّٰھم اھد قومی انہم لا یعلمون۔

حدیث نبویؐ مَن صَلّٰی صَلٰوتنا اور مسلمان کی تعریف

"الاعتصام" کے اعتراضات کا جواب!

صحیح البخاری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

"مَن صلّٰی صلٰوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذٰلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ۔"

جو شخص اس طرح نماز پڑھتا ہو جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور اس قبلہ کی طرف رُخ کرتا ہو جس کی طرف کہ ہم کرتے ہیں اور ہمارا ذبیحہ کھا لیتا ہو وہی وہ مسلمان ہے جس کی ذمہ داری اللہ اور رسول کے ذمہ ہے۔ اے لوگو! تم اللہ کی ذمہ داری میں خلل نہ پیدا کرو۔"

علمائے سلف و خلف نے اس حدیث کو جو متعدد پیرایوں اور طریقوں میں اس مضمون کو واضح کرنے کے لئے وارد ہوئی ہے ذکر کیا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے۔

حدیث نبویؐ کے الفاظ نہایت واضح ہیں اور ان کی ساخت صاف بتلا رہی ہے کہ اللہ اور رسول کی ذمہ داری کے حقدار کی یہی تعریف ہے کہ وہ ان تین باتوں کا پابند ہو جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہیں۔ عربی زبان کے لحاظ سے لفظ "فذٰلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ" صاف طور پر بتلا رہے ہیں کہ یہ ایک خاص تعریف ہے اور جس مسلمان کو محفوظ رکھنا اللہ اور رسولؐ نے ضروری قرار دیا ہے، وہ یہ ہے جس میں یہ تین باتیں پائی جائیں۔

ہمارا یہ مدعا نہیں ہے کہ ان تین ظاہری باتوں کے کرنے سے انسان کامل نجات کا مستحق ہو جاتا ہے اور نہ ہی یہ امر حدیث نبوی میں مذکور ہے لیکن ہمارا مطلب یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ میں ان تین باتوں کے کرنے والے کو مسلمان قرار دیا جائے گا اور حکومتِ اسلامی کا فرض ہوگا کہ ایسے شخص کو وہ تمام حقوق دلائے جو ایک مسلمان کو حاصل ہوتے ہیں۔

کچھ عرصہ گذرا کہ اہل حدیث کے ایک بہت بڑے عالم مولانا محی الدین صاحب لکھوی نے ایک تقریر کے دوران کہا فرمایا۔ "تحقیقاتی عدالت میں کسی عالم دین کو مسلمان کی تعریف کرنا نہیں آئی۔ حالانکہ حدیث کی رُو سے مسلمان وہ ہے جو حدیث من صلّٰی صلٰوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا پر عامل ہے۔ اس موقع پر انہوں نے تمام علماء کو جاہل قرار دیا۔ ایک شخص نے اُٹھ کر کہا کہ قادیانیوں کے بارہ میں جناب کا کیا خیال ہے جبکہ وہ اس حدیث پر بھی عامل ہیں؟ مولانا نے فوراً جواب دیا کہ وہ مسلمان ہیں۔"

(الاعتصام ۱۹ نومبر ۱۹۶۰ء)

جب جماعت احمدیہ کی طرف سے مولانا محی الدین لکھوی کا یہ بیان بطور دلیل استعمال ہوا تو اہلحدیث بھائیوں کو اس حدیث کا جواب بنانے کی فکر پیدا ہوئی۔ حالانکہ بات نہایت صاف اور واضح تھی۔

اس سے قبل جناب مولانا احمد علی صاحب لاہوری اپنے رسالہ "پیغام رسول" میں ہندوستان کے مسلمانوں کی حالتِ زار کا ذکر کرنے کے بعد لکھ چکے ہیں :-

"ان تمام مصیبتوں اور تباہی خیز آندھیوں اور خطرناک گردابوں میں پھنسنے کے باوجود پھر آپس میں سر پھٹول ہو کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکے۔ بریلوی حضرات کا یہ خیال ہو کہ جو فرقہ ہمارے معتقدات و اعمالِ محدثہ کا قائل نہ ہو وہ بے ایمان و کافر ــــ اور بعض اہلحدیث حضرات کہیں کہ جو تقلید کا نام لے وہ مشرک خواہ حنفی ہو یا شافعی، مالکی ہو یا حنبلی ــــ شیعہ حضرات کہیں کہ جو عشرہ محرم کا ماتم نہ کرے اور خلفاء راشدین پر سب و شتم نہ کرے وہ دشمن اہلبیت۔

برادرانِ اسلام! اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہندوستان کے اندر آپ کا نام و نشان باقی رہے اور ایام اندلس کے خونی منظر کا اعادہ نہ ہو تو آپ کا فرض ہے کہ ذاتی اختلافات سے آنکھیں بند کر لیں اور اس وقت ایک میدان میں سب جمع ہو جائیں اور سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین کے مندرجہ ذیل **فرمان واجب الاذعان** پر عمل کریں تاکہ بیرونی حملوں اور مصیبتوں سے نجات پالیں۔ جب ہندوستان میں اسلام اعدائے اسلام کے حملوں سے بچ کر محفوظ و مامون ہو جائے گا پھر آپس میں نپٹ لیں گے۔

عن انس ..... من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ ۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے ہماری نماز ادا کی اور ہمارے قبلہ کی طرف توجہ کیا اور ہماری ذبح کی ہوئی چیز کھائی پس یہ وہ مسلمان ہے جس کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ذمہ اٹھایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ذمہ کی خیانت نہ کرو۔"

(رسالہ "پیغام رسول" مصنفہ مولوی احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور بحوالہ اخبار المنیر لائلپور ۱۷ جون ۱۹۵۵ء)

جناب مولانا احمد علی صاحب کے اس درد بھرے بیان سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے موجودہ دور میں جبکہ ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ والوں کو ضروریاتِ دین کا منکر قرار دیکر کافر اور خارج از اسلام قرار دے رہا ہے صرف یہی حل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث من صلی صلوتنا ...... الخ کو معیار قرار دیکر ان تمام لوگوں کو مسلمان سمجھا جائے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور حدیثِ نبوی میں مندرجہ تینوں امور پر عمل پیرا ہوں۔

اخبار الاعتصام اور المنیر کے اقتباسات کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ حدیث نبوی من صلی صلوتنا میں مسلمان کی وہ تعریف کی گئی ہے جو اس زمانہ میں مسلمانوں کے متحد کرنے کا **اساسی نقطہ** ہے۔ جب تک مسلمان کہلانے والے گروہ اس نقطہ پر جمع نہ ہوں گے تب تک انہیں مسلمان کی کوئی جامع و مانع تعریف نہیں مل سکتی۔ صرف یہی ایک تعریف ہے جو احناف کے نزدیک، اہلحدیث کے نزدیک، جماعت اسلامی کے نزدیک بلکہ تمام مسلمان کہلانے والے فرقوں کے نزدیک سب مسلمانوں کو جمع کرنے والی ہے۔

اگر اس موقع پر مختلف فرقے قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین کی بحث شروع کر دیں تو ہرگز کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ اور

ان کے درمیان کوئی اتحادی نقطہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ قریباً ایک ہزار سال تک تکفیر بازی کے یہ مشغلے جاری رہے ہیں اور آجکل پھر زوروں پر ہیں۔ اس ساری مشکل کا حل صرف یہی ہے کہ حقیقی اور عند اللہ مسلمان کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ علام الغیوب کے سپرد کر دیا جائے اور ظاہری تنظیم اور مسلمان کہلانے والے فرقوں کے باہمی اتحاد کے لئے اس حدیث نبوی کو اساس ٹھہرایا جائے۔ حالات مجبور کر رہے ہیں کہ کہلانے والے مسلمان آخرکار اسی نقطہ پر جمع ہوں گے۔

اس مسلک کو قبول کرنے کیلئے علماء کیلئے ایک بڑی دقت یہ ہے کہ اگر وہ حدیث نبوی پر عمل کریں اور اس تعریف کو مسلمان کی تعریف قرار دے لیں تو پھر "قادیانی" بھی مسلمان قرار پا جاتے ہیں اور انہیں بھی مسلم معاشرہ میں مسلمانوں کے پورے حقوق دینے پڑتے ہیں اور یہ بات علماء کیلئے ناقابلِ برداشت ہے۔ انہیں یہ منظور ہے کہ حدیث نبوی پر عمل نہ ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تعریف مسلم اسلامی دستور کا جزو قرار نہ پائے لیکن انہیں یہ کسی صورت میں منظور نہیں ہے کہ مرزائی مسلمان قرار پا جائیں اور انہیں پاکستان کے حدود میں مسلم معاشرہ میں شمار کر لیا جائے۔ علماء اپنی اس مشکل کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ وہ حدیث من صلّی صلوٰتنا کو اس موقع کیلئے درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے۔ ہمارے سامنے الاعتصام کے فاضل مدیر کا مضمون "حدیث من صلّی صلوٰتنا اور مرزائی" علماء کی متذکرہ بالا مشکل کا پورا مرقع موجود ہے۔ مدیر الاعتصام لکھتے ہیں:۔

"سب سے پہلے یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ مختلف آیات و احادیث میں مسلمان کی تعریف موقع و محل کی مناسبت سے مختلف عمومات سے کی گئی ہے۔ مثلاً کہیں یہ کہا گیا ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور کہیں یہ فرمایا گیا ہے کہ مسلمان وہ ہے جو اس چیز کو دوسروں کے لئے بھی پسند کرے جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث زیر بحث میں بھی معاملہ کی نوعیت یہی ہے۔ اس قسم کی احادیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان کی کوئی منطقی تعریف ان میں کی گئی ہے یا کوئی کلیہ بیان کیا گیا ہے بلکہ سیدھے سادھے انداز میں انکا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو ان اوصاف کا حامل ہونا چاہیئے مگر جو لوگ اسلام کو انہی چند امور میں محصور گردانتے ہیں یا انہی کو مسلمان کی صحیح تعریف قرار دیتے ہیں وہ اس پیرایۂ بیان سے محض ناواقف ہیں جو قرآن وحدیث میں اس طرح کے مطالب کے ساتھ خاص ہے۔"

سطور بالا میں ہم مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین کا طویل اقتباس بحوالہ المنیر اور ایسا ہی مولانا محی الدین لکھوی کا بیان بحوالہ الاعتصام درج کر چکے ہیں۔ مدیر الاعتصام کے نزدیک کیا ان لوگوں نے حدیث من صلّی صلوٰتنا کو مسلمان کی صحیح تعریف قرار دیکر قرآن وحدیث کے پیرایۂ بیان سے "محض ناواقف" ہونے کا ثبوت دیا ہے؟

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ فقرہ "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں" ایسے عمومات میں سے ہے جسے ترغیب قرار دیا جائیگا اور مسلمان کی تعریف نہیں سمجھا جائے گا لیکن زیر بحث حدیث کی نوعیت کو اسی ڈھنگ کے عمومات میں شامل کرنا صریح زیادتی ہے کیونکہ من صلّی صلوٰتنا والی حدیث میں شرط کے پائے جانے کے ساتھ مشروط کا پایا جانا لازمی قرار دیا گیا ہے اور وہ مشروط فذلک المسلم الذی لہٗ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ کے واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

عمومات کی جو مثالیں مدیر الاعتصام نے دی ہیں وہ اس جگہ چسپاں نہیں ہو سکتیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "فذلک المسلم" کا لفظ فرما کر اس امر کو متعین فرما دیا ہے کہ حدیث من صلّی صلوٰتنا میں جو تین علامتیں ذکر کی جا رہی ہیں ان کے پائے جانے کی صورت میں اس شخص کو اسلامی معاشرہ میں خاص حقوق حاصل ہو جائینگے اور

وہ المسلم قرار پائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے آخری فقرہ فلا تخفروا اللّٰہ فی ذمتہ میں مدیر الاعتصام ایسے لوگوں کو ہی مخاطب فرمایا ہے جو حضور کی بیان کردہ شرائط اور علامات کے پائے جانے کے باوجود اس شخص کو ایسا مسلمان ماننے سے انکار کر رہے ہیں جسے اللہ اور اسکے رسول کی حفاظت حاصل ہے اور بہانہ یہ بنا رہے ہیں کہ یہ اُن عمومات میں سے ہے جن میں نہ مسلمان کی منطقی تعریف کی گئی ہے اور نہ ان میں کوئی کلیہ بیان کیا گیا ہے۔

بلاشبہ یہ درست ہے کہ اسلام انہی چند امور میں محصور نہیں لیکن یہ بھی درست ہے کہ مسلمان کی تعریف وہی ہونی چاہیئے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک نبی کو جوامع الکلم دیئے ہیں۔ اسلئے جن تین امور کو ذکر کر کے حضور علیہ السلام نے اسے اُس مسلمان کی تعریف قرار دیا ہے جسے اللہ اور رسول کی حفاظت حاصل ہے وہ تین امور درحقیقت ظاہری طور پر کسی کو مسلم معاشرہ کا فرد قرار دینے کے لئے جوامع الکلم میں داخل ہیں۔

پس قرآن وحدیث کے پیرایۂ بیان سے ناواقف وہ نہیں جو وہی بات کہتے ہیں جو پیغمبر علیہ السلام نے فرمائی ہے، بلکہ ناواقف وہ ہیں جو مسلکِ رسولؐ سے انحراف اختیار کر رہے ہیں۔ "علامہ" مدیر الاعتصام لکھتے ہیں :-

"عمومات کلیات کے مترادف نہیں ہوتیں اور عمومات کے دائرہ میں وہی افراد داخل ہوتے ہیں جو اُن عمومات کے ہم زمان ہوں یا وہ ایسے ہوں کہ وقت ودَور کے پھیلاؤ نے ان کے عقائد و فکر میں کوئی تبدیلی نہ پیدا کی ہو"

جواباً عرض ہے کہ ہر کلیہ اپنے اندر عمومی رنگ رکھتا ہے۔ باقی رہا افراد کے داخلہ کا سوال تو جن پر شرائط مذکورہ کا انطباق ہوگا وہ سب ان میں داخل ہوں گے۔ عقائد و فکر کی عدم تبدیلی کی اپنج صرف ایجاد بندہ ہے۔ اور یہ آپ پر ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو عقائد و فکر تبدیل کرنے والا قرار دے رہا ہے تو کیا تسلیم کر لیا جائے کہ اس زمانہ میں حدیث من صلّٰی صلوٰتنا کی "عمومات" کے اندر کوئی مسلمان بھی داخل نہیں ہے۔

مدیر الاعتصام حدیث نبوی کی حقیقت بایں الفاظ ذکر فرماتے ہیں :-

"حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث میں مسلم معاشرہ کے چند موٹے موٹے علائم کا ذکر فرمایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھتا ہو اور نماز میں ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرتا ہو اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہو وہ مسلمان ہے۔ اور اس کے جان و مال کے تحفظ کے ذمہ دار اللہ اور اسکے رسول ہیں"

مدیر الاعتصام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ تین بنیادی امور کو "چند موٹے موٹے علائم" کہہ کر عمومیت کا رنگ دینے کی کوشش کی ہے۔ اگر یہ امور اسی طرح کے عمومات میں داخل ہوتے جیسا کہ اسوقت بامر مجبوری مدیر الاعتصام کو بیان کرنا پڑا ہے۔ تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ "ایسا شخص مسلمان ہے اور اس کے جان و مال کے تحفظ کے ذمہ دار اللہ اور اس کے رسول ہیں" الفاظِ حدیث پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ انہیں سرسری عمومات کا درجہ دینا الفاظِ رسولؐ کا صریح استخفاف ہے۔

مدیر الاعتصام نے ایک بات یہ بھی کہی ہے کہ احمدی لوگ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیح موعودؑ کو نبی اللہ مانتے ہیں اسلئے وہ اس حدیث کے مطابق مسلمان قرار نہیں پا سکتے۔ کیونکہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اِس امر کی صراحت فرما چکے ہیں کہ اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔"

فاضل مدیر الاعتصام سے عرض ہے کہ احمدیوں کو حدودِ اسلام سے خارج کرنے کی اگر یہی وجہ ہے تو اس میں بھی آپ کی غلطی واقع ہے۔ کیونکہ جماعت احمدیہ حدیث لا نبی بعدی کی قائل ہے اور اس کے وہی معنی مانتی ہے جو سلف صالحین مانتے چلے آئے ہیں۔

جناب نواب صدیق حسن خاں صاحب جو مدیر الاعتصام کے بزرگوں میں شامل ہیں فرماتے ہیں :-

"ہاں لا نبی بعدی آیا ہے۔
جس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ
میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہ لاوے گا"
(اقتراب الساعۃ ص۱۶۲)

جناب امام محمد طاہر صاحب گجراتی تحریر فرماتے ہیں :-

"لا نبی بعدی لانہ اراد
لا نبی ینسخ شرعہ" کہ لا
نبی بعدی سے آنحضرتؐ کی مراد یہ ہے
کہ آپ کی شریعت کو منسوخ کرنیوالا
کوئی نبی نہ آئے گا" (تکملہ مجمع البحار ص۸۵)

جناب شیخ الصوفیا الشیخ محی الدین ابن العربی لکھتے ہیں :-

"معنی قولہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ
قد انقطعت فلا رسول
بعدی ولا نبی ای لا نبی
یکون علی شرع یخالف
شرعی" کہ لا نبی بعدی کا
مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپؐ کی
شریعت کے مخالف ہو۔

اہلسنت کے امام جناب مُلا علی صاحب قاریؒ لکھتے ہیں :-

"اذ المعنی لا یأتی نبی
ینسخ ملتہ ولم یکن من
اُمتہ - کہ خاتم النبیین اور لا نبی
بعدی کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا
نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی ملت کو منسوخ
کرنے والا ہو اور آپؐ کی اُمت میں سے
نہ ہو" (موضوعات کبیر ص۵۹)

اِن حوالجات سے ظاہر ہے کہ اُمتِ محمدیہ کے اکابر اِس امر پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ لا نبی بعدی کا مطلب یہی ہے کہ آپؐ کی شریعت منسوخ کرنے والا غیر اُمتی نبی نہیں آسکتا۔ پھر تمام مسلمان اور خود مدیر الاعتصام اِس بات کے منتظر ہیں کہ حضرت عیسٰی نبی اللہ اُمت میں آئیں گے۔ اور مسلمانوں کی اصلاح کریں گے۔ اس صورت میں فیصلہ یہی ہو سکتا ہے کہ یا تو جماعت احمدیہ کو بھی مسلمان قرار دیا جائے اور یا پھر سارے مسلمانوں کو بھی جو ایک نبی کی آمد کے منتظر ہیں "حدودِ اسلام سے خارج" قرار دے دیا جائے۔ علماء کے لئے شاید مؤخر الذکر صورت قابلِ قبول ہوگی۔ وہ احمدیوں کو تو مسلمان ماننے کیلئے تیار نہ ہوں گے۔

بالآخر ہم پھر مدیر الاعتصام اور ان کے ہم نواؤں کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر خالی الذہن ہو کر غور کریں اور احمدیوں کے بغض و عناد سے الگ ہو کر سوچیں تو بات صاف ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے من صلّٰی صلوٰتنا میں مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں کو مسلمان کی ایک جامع اور ظاہری تعریف بتائی ہے اور ہر زمانہ میں یہی تعریف صحیح تعریف قرار پا سکتی ہے۔ دلوں کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ انسان کی نیات کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے اسلئے قلبی ایمان کا فیصلہ کرنا تو اسی کا کام ہے اور انسان [illegible] مکلف بھی نہیں ہے۔ ہم ظاہری حالات کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے مامور ہیں۔ اور نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مَن صلّٰی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واَکل ذبیحتنا فذٰلک المسلم الّذی لہٗ ذمّۃ اللہ و ذمّۃ رسولہ فرما کر ہمارے لئے صاف تعریف کر دی ہے۔ یہی تعریف ہے جس پر مسلم معاشرہ کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو سکتا ہے اور پاکستان کو استحکام حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر ہاں اس تعریف سے احمدی بھی مسلمان قرار پائیں گے۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ؁

سوالات وجوابات

سوال (۱) ایک پادری نے پوچھا ہے کہ "مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت محمد صلعم انبیاء کے سردار تھے اور ان سے بڑھ کر دنیا میں کوئی پیدا نہیں ہوا تو انہیں نماز میں اھدنا الصراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیھم پڑھنے کی کیا ضرورت تھی؟"

الجواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے بلکہ نبی اور رسول تھے جو انسان ہوتا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگنے کی آپ کو ضرورت تھی۔ پھر اھدنا الصراط المستقیم کی دعا میں تو جمع کی ضمیر ہے جس کے معنے ہیں ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت کر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا فرض سمجھتے تھے کہ ساری نسلِ انسانی کی ہدایت کے لئے دعا مانگیں۔ نیز یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے درجات لامتناہی ہیں اور اس دعا میں کوئی معین چیز طلب نہیں کی گئی بلکہ وہ راستہ طلب کیا گیا ہے جس پر چل کر انسان نعمائے الٰہی کا وارث بنتا چلا جاتا ہے۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سید الانبیاء ہونیکے باوجود آپؐ کا یہ دعا مانگنا ضروری تھا۔ اس جگہ بڑے چھوٹے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) نیز یہ کہ درود شریف میں کما صلّیت علیٰ ابراھیم کیوں آیا ہے؟

الجواب: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان کی ذریت میں سلسلہ نبوت جاری رہا۔ انہوں نے اس کے لئے وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ میں دعا بھی کی تھی۔ درود شریف میں کما صلّیت علیٰ ابراھیم اسلئے رکھا گیا تا کہ دعا کی جائے کہ امتِ محمدیہ میں بھی فیضانِ نبوت جاری رہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی ہے کہ امتِ محمدیہ میں ایسے ہی خلیفے مقرر فرماتا رہے گا جیسا کہ امتِ موسوی میں خلیفے مقرر ہوا کرتے تھے۔

(۳) قرآن مجید میں نبأ عظیم کی جو خبر دی گئی ہے اس سے مراد بہاء اللہ کی آمد ہے۔

الجواب: یہ محض بہائیوں کا دعویٰ ہے۔ جس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ دعویٰ بلا دلیل کیونکر قبول کیا جا سکتا ہے۔ اس پیشگوئی کی علامات کا بھی ان پر انطباق نہیں ہوتا۔

(۴) موعود آخر الزمان کا ظہور چھٹے ہزار سال کے آخر میں ہونے والا تھا۔ یہ بہاء اللہ ہے۔

الجواب: اسلام کا موعود اسلام کی تائید و نصرت کیلئے آنیوالا تھا۔ بہاء نے قرآن مجید کو منسوخ قرار دیا ہے اسلئے وہ اسلام کے موعود نہیں ہو سکتے۔

قرآن مجید اور علم طبقات الارض

(از جناب چودھری محمد عبداللہ صاحب ڈائریکٹر فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ربوہ)

تلاوت آیات اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

"حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝" (الجاثیۃ)

یعنی یہ کتاب عزیز و حکیم خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس کی تائید میں آسمانوں اور زمین کے اندر مومنوں کے لئے نشانات موجود ہیں یقین حاصل کرنے کے خواہشمندوں کیلئے انسان اور جانوروں کی پیدائش میں بھی نشانات ہیں ایسا ہی ہر معقول انسان کے لئے اختلاف روز و شب، آسمان سے رزق حاصل کر کے زمین کے تروتازہ ہونے اور تصریف کرۂ ہوائی میں نشانات ملتے ہیں۔ ان تمام آیات کی تلاوت حق و صداقت پر مبنی ہے پس اللہ تعالیٰ اور اس کے نشانات سے بڑھ کر بنی نوع انسان کے لئے اور کونسی بات زیادہ قابل قبول ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں جن نشانات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ان سے کرۂ ارض کو ایک بنیادی نسبت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں اکثر آسمانوں کے ساتھ زمین کا ذکر لا کر ان کا آپس میں گہرا تعلق ظاہر کرنا مقصود ہے۔ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ نے نشانات رکھے ہیں اور زمین میں بھی نشانات موجود ہیں۔ پھر یہ کہ آسمانوں اور زمین کے تعلق کے ساتھ بھی نشانات وابستہ ہیں۔ خود زمین بھی ایک فلکی جرم ہے۔ آسمانوں سے تعلق پیدا کرنے کے لئے انسان زمینی ذرائع پر ہی اپنی کوشش کی بنا رکھتا ہے۔ پس آسمان سے تمتع کیلئے زمین کی موجودگی ضروری ہے۔ اور زمین سے کما حقہٗ استفادہ کا تقاضا ہے کہ انسان آسمان کی طرف بھی متوجہ ہو۔ اختلاف روز و شب بھی زمین ہی کی گردش محوری کا نتیجہ ہے۔ کرۂ ہوائی بھی زمین ہی سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی قوت تجاذب کے زیر اثر ہے۔ مذکورہ بالا ارشاد کے علاوہ زمین کے مطالعہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دوسری جگہوں پر بھی ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

"اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝"

اسی طرح فرمایا:-

"اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ
خُلِقَتْ ○ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ
رُفِعَتْ ○ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ
نُصِبَتْ ○ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ
سُطِحَتْ ○ فَذَکِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ
مُذَکِّرٌ ○" (الغاشیہ)

نیز فرمایا:-

"قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا
کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِئُ
النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (عنکبوت)

زمین کے بارہ میں پیشگوئیاں

زمین کے متعلق قرآن مجید کے بیان کردہ نشانات میں سے بعض پیشگوئی کے رنگ میں مذکور ہیں۔ چنانچہ سورہ الزلزال میں فرمایا:-

"وَاِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَا ○
وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَھَا ○ وَ
قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَھَا ○ یَوْمَئِذٍ
تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا ○ بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی
لَھَا ○"

نیز سورۃ الانشقاق میں فرمایا:-

"وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ○ وَاَلْقَتْ
مَا فِیْھَا وَتَخَلَّتْ ○ وَاَذِنَتْ لِرَبِّھَا
وَحُقَّتْ ○"

یعنی ایک وقت آئے گا جب زمین پر ایک خاص زلزلہ یا انقلاب آئے گا۔ اس وقت زمین اپنے بوجھ نکال پھینکے گی۔ انسان ان واقعات کو دیکھ کر کہے گا کہ زمین میں یہ تبدیلی کیسے واقع ہو گئی۔ اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی کیونکہ تیرا رب اس کے بارہ میں وحی کرے گا یعنی ان خبروں کے حاصل کرنے کا طریق لوگوں کے دل میں ڈالیگا پھر فرمایا زمین پھیلا دی جائے گی یعنی اس کی استعدادیں ترقی کر جائیں گی اور اس سے اس قدر استفادہ ہوگا کہ اس کے بعض خزائن ختم ہوتے نظر آئیں گے۔ زمین اس پیشگوئی کے پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے عین مطابق عمل کرے گی۔ جہاں تک خزائن کا سوال ہے یہ امر محتاج بیان نہیں رہا کہ گذشتہ تین سو سال میں علمی اور صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں نہایت کثرت سے معدنیات حاصل کی گئی ہیں۔ بلکہ ان کی بدولت انسانی معاشرت اور تمدن میں ایک زبردست انقلاب آیا ہے اور سیاسیات پر بھی گہرا اثر پڑا ہے۔ کوئلہ اور تیل کے ذخائر کے ختم ہونے کا اندیشہ بھی ظاہر ہو چکا ہے زراعت کے طریقوں میں بہت بڑی تبدیلی آ چکی ہے زمین کی پیداوار پہلے سے زیادہ متنوع ہو چکی ہے اور یہ پیداوار آگے سے کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ یہ ایک لمبا مضمون ہے مگر اکثر لوگ اس سے کم و بیش آگاہ ہیں۔ البتہ یومئذٍ تحدث اخبارھا کی پیشگوئی کے پورا ہونے کی تفصیلات سے بہت کم لوگ آگاہ ہیں اور اس حصہ کے مطالعہ کے لئے ہمیں علم طبقات الارض کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

زمین کی کہانی اسکے اپنے آثار سے

علم طبقات الارض (جیالوجی) کی تدوین ہی درصل یومئذٍ تحدث اخبارھا کی تفسیر کے رنگ میں ہوئی ہے۔ سترھویں صدی میں چند ایک دُھن کے پکے اشخاص نے ایک دیرینہ مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی۔ عقدہ یہ تھا کہ براعظموں کے وسط میں اونچے پہاڑوں پر کئی ایک آثار بحری مخلوق کے پائے گئے تھے۔ یہ آثار ایسی جگہوں پر کیسے پہنچے۔ ان آثار کی کثرت سے متقدمین نے جن میں بعض یونانی حکماء بھی شامل تھے۔ یہ خیال کیا کہ زمین کے یہ حصے زمانہ ماضی میں کسی وقت زیرآب رہے ہوں گے۔ اسی خیال کی تائید مشہور اطالوی عالم

لیونارڈو ڈاونسی نے بھی کی تھی مگر کسی نے اس ضمن میں مزید تحقیقات کی توفیق نہ پائی۔ کل امر مرھون باوقاتہا۔ الٰہی مشیت کے ماتحت اس تحقیق کا سہرا سترھویں صدی کے یورپین شائقین مطالعہ قدرت کے سر رہا۔ ان لوگوں نے مختلف مقامات پر ایسے آثار کا بنظر غائر مطالعہ کیا جہاں سمندری جانوروں کے رکاز (فاسل - FOSSIL) یعنی ایسے جسم یا ڈھانچے جو پتھریلی شکل اختیار کر گئے تھے موجود تھے۔ اس چھان بین کا نتیجہ یہ نکلا کہ رکاز ایک خاص نوع کی چٹانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان چٹانوں کو رسوبی چٹانیں کہا جاتا ہے۔ ان چٹانوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں تہ بتہ بے شمار پرت نظر آتے ہیں۔ ان پرتوں میں چاک یعنی کھریا مٹی، چونے کا پتھر، ریتیلے پتھر وغیرہ کی کثرت پائی جاتی ہے۔ گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چٹانوں کی ساخت میں نامیاتی مرکبات کو بہت دخل ہے ان کے علاوہ ریت، کنکر اور مٹی وغیرہ دوسرے بڑے اجزاء ہیں۔ ان اجزاء کی وجہ سے خواہ مخواہ توجہ دریاؤں کے عمل کی طرف منعطف ہوتی جو پہاڑوں اور میدانوں سے پتھر، ریت اور مٹی بہا کر لے جاتے ہیں اور اسے سمندر میں گراتے رہتے ہیں۔ اس قسم کے رسوب سمندر میں پہنچ کر تہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ سمندر کے وسیع و عریض فرش پر سمندری جانوروں کے مردہ جسم اور ڈھانچے یا دیگر اجزاء کی بارش بھی ہوتی رہتی ہے کیونکہ سمندر کی بے شمار مخلوقات میں سے ایک حصہ دوسرے حصہ کو اپنا شکار کرتی رہتی ہے اور بعض ان میں عمر طبعی گذار کر سمندر کی تہ پر جا گرتے ہیں۔ غرضیکہ مٹی، کنکر اور ریت کے ساتھ حیوانی اور نباتی اجزاء شامل ہوتے رہتے ہیں اور کیمیاوی عمل کے نتیجہ میں یہ مجموعہ اجزاء یکجان ہوتا رہتا ہے۔ مرور زمانہ سے سمندر کے پانی کے دباؤ کے ماتحت جیسے جیسے نئی سطح تیار ہوتی رہتی ہے نچلی سطح سخت ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ چٹانوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ رسوب کی تہ پر تہ جمنے کی وجہ سے جو چٹانیں تیار ہوتی ہیں وہی رسوبی چٹانیں کہلاتی ہیں۔ ان چٹانوں میں رکاز پائے جانے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ایک جانور سمندر کی تہ میں دب جانے پر پانی کے عمل تحلیل کے باعث ذرہ بذرہ پانی میں حل ہوتے رہے اور ان نامیاتی ذرات کی جگہ غیر نامیاتی ذرات نے لے لی۔ اس طرح جانوروں کے جسم کی جگہ پتھر کے ہو بہو مجسمہ نے حاصل کر لی اور اس طرح زمانہ قدیم کے جانوروں کے آثار قدرت نے محفوظ کر لیے۔ رہا یہ مسئلہ کہ یہ آثار برّاعظموں کے وسط میں پہاڑوں پر کیسے جا پہنچے تو اس کا یہ ایک ہی حل ہے کہ زمین کے اندرونی تغیرات کی وجہ سے سطح زمین پر تبدیلی کے اصول کو تسلیم کیا جائے۔ یہ محض قیاسی امر نہیں بلکہ ایسی تبدیلیاں آج بھی سطح زمین پر واقع ہو رہی ہیں۔ مثال کے طور پر گرین لینڈ کی سطح بلند ہو رہی ہے۔ بعض دوسری جگہ خشکی کی سطح نیچے جا رہی ہے۔

زمین کے قشری تغیرات کے وجوہ

گرین لینڈ کی سطح بلند ہونے کی رفتار اس قدر قلیل ہے کہ اس بنا پر سمندر کی تہ کی چٹانوں کا بلند و بالا پہاڑوں پر پہنچنا باور نہیں آتا۔ مگر غور طلب یہ امر ہے کہ جن ارضی تغیرات کا اس وقت ذکر ہو رہا ہے اور جن کے نتیجہ میں مذکورہ بالا امر واقع ہوا ہے وہ کروڑوں بلکہ اربوں سال پر ممتد ہے۔ اس کے علاوہ یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ زمین پر زلازل اور آتش فشانیت کا وقوع بھی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ مگر ان انقلاب انگیز تبدیلیوں کے علاوہ زمین کی سطح پر ایسے آثار پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وقتاً فوقتاً زمین کی سطح میں زبردست رد و بدل ہوتا رہا ہے۔ اس رد و بدل کی تشریح اصول ہم استادگی ISOSTASY کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ اس اصول کے سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ زمین کے چند میل موٹے قشر کے نیچے کئی ایک جگہ مائع مواد پائے جانے کا ثبوت

آتش فشانیت سے ملتا ہے۔ ویسے زلزلہ پیما آلہ سے جاری شدہ لہروں کے ذریعہ معلوم کرنے پر زمین کا باقی حصہ ٹھوس ہونے کے خواص ظاہر کرتا ہے۔ مائع حصہ کا وجود اس طور پر واقع ہوتا ہے کہ زمین کے اندر شدتِ گرمی کی وجہ سے چٹانیں ایسی حالت میں ہوتی ہیں کہ کسی غیر معمولی تغیر کی بنا پر دباؤ مقامی طور پر کم ہونے پر وہ پگھل جاتی ہیں بلکہ کھولنے لگتی ہیں۔ یہ امر مشاہدہ میں آچکا ہے کہ جوں جوں زمین کے مرکز کی طرف امتحان کیا جائے درجۂ حرارت ترقی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کی ایک وجہ اب یہ دریافت ہوئی ہے کہ زمین کے اندر تابکار عناصر موجود ہیں جن کے تکسّر کے باعث حرارت پیدا ہوتی رہتی ہے۔ پس سطحِ زمین کے نیچے مائع طبقہ کی موجودگی ثابت ہے اور زمین کا قشر اس مائع سطح پر گویا کہ تیر رہا ہے جیسے برفانی پہاڑ کی شکل میں برف کے تودے سمندر میں تیر رہے ہوتے ہیں۔ زمین کے قشر کی یہ صورتِ حال ذہن نشین رکھتے ہوئے اب یہ امر قابلِ غور ہے کہ لاکھوں کروڑوں برس تک دریا خشکیوں یعنی براعظموں سے مٹی پتھر وغیرہ کاٹ کر سمندر میں ڈالتے رہتے ہیں یعنی خشکی کم ہوتی رہتی ہے اور سمندر کی تہ موٹی ہوتی رہتی ہے پس خشکی کے حصے ہلکے اور سمندر کی تہ بوجھل ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے جب توازن برقرار نہیں رہتا اور زمین کی سطح میں زبردست تبدیلی واقع ہوتی ہے کہیں جگہ خشکی بلند ہو کر اس کے نیچے سمندر کی تہ کا حصہ چلا جاتا ہے۔ کہیں جگہ زمین شق ہو جاتی ہے اور آتش فشانیت واقع ہوتی ہے۔ اسی طرح کئی جگہ سمندر کی جگہ خشکی ظاہر ہو جاتی ہے اور کئی جگہ خشکی کے حصے زیرِ آب ہو جاتے ہیں۔ اس زلزلہ انگیزی کے نتیجہ میں کئی ایک چٹانیں افقی حالت سے عمودی حالت میں تبدیل ہو جاتی ہیں یا ان کے بین بین کسی زاویہ پر قائم ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ چٹانیں متفرق حالتوں میں سطحِ زمین پر نظر آتی ہیں۔ ربوہ کے پاس بعض چٹانیں بھی نمایاں طور پر یہک زاویہ ظاہر کر رہی ہیں۔ بلکہ بعض جگہ یہ بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ پس اس تشریح کے بعد یہ امر بعید از قیاس نہیں بلکہ عین ممکن الوقوع ہے کہ زمین کے بلند ترین پہاڑ کسی وقت سمندر کی تہ کا حصہ تھے اور تحت الفشر تغیرات کی وجہ سے وہاں ظاہر ہو گئے جہاں وہ اس وقت پائے جاتے ہیں۔ کوہِ ہمالیہ کی بعض بلندیوں پر بھی سمندری آثار پائے گئے ہیں۔ پس یہ امر ذہن نشین کرنے کے لائق ہے کہ سطحِ زمین پر زبردست انقلاب آتے رہتے ہیں اور یہ انقلاب پانی کے چکر (Cycle) کی وجہ سے برپا ہوتے رہتے ہیں۔ سمندر سے پانی بخارات کی شکل میں خشکی پر برستا ہے اور دریاؤں کی شکل میں خشکی کا حصہ سمندر میں گرا تا ہے اور سطحِ زمین کا توازن بالآخر درہم برہم ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں نئے سمندر نئے براعظم نئے پہاڑ اور نئی آب و ہوا معرضِ وجود میں آتی ہے۔ اکثر اوقات ان تبدیلیوں کے ہمراہ برفانی عہد کا اجراء بھی ہوا یعنی زمین پر سطح کی تبدیلی کے باعث آب و ہوا بدلی اور قطبین سے سرد ہواؤں کیلئے روک قائم نہ رہی۔ برف کا طوفان قطبین سے وسعت پذیر ہونے لگا اور زمین کے بہت بڑے حصہ پر چھا گیا۔ انگلستان، ہندوستان اور کئی ایک دوسرے ممالک میں برفانی عہد کے آثار واضح طور پر ملتے ہیں۔

چٹانوں سے زمین کی عمر اور ارضی ادوار کی تعیین

پہاڑوں پر سمندری جانوروں کے رکاز پائے جانے کی خاطر خواہ تشریح ہو چکی ہے۔ اب چٹانوں سے حاصل شدہ رکازوں کے مطالعہ کے دوسرے نتائج توجہ طلب ہیں۔ سنہ ۱۸۱۶ء میں ولیم سمتھ نامی ایک انجنیئر نے یہ انکشاف کیا کہ رسوبی چٹانوں کے ایک جیسے پرت مختلف مقامات پر واقع ہونے کے باوجود ایک جیسے رکاز ظاہر کرتے ہیں۔ پرت دار چٹانوں کی کئی میل لمبائی کے مطالعہ سے رکازوں میں ایک

طبعی ترتیب کا بھی انکشاف ہوا۔ اس پر چٹانوں کی عمر کا اندازہ کرنے کا سوال پیدا ہوا۔ اور چٹانوں کی ساخت سے ان کے بڑھنے کی رفتار کا حساب لگایا گیا۔ نیز ان کی عمر متعین کی گئی۔ چار ہزار سال میں ایک فٹ گہرائی تیار ہونیکا اندازہ لگایا گیا۔ اس اندازہ میں اختلاف بھی ہے۔ مگر ایک تازہ دریافت کی وجہ سے ماہرین طبقات الارض نے زمین کی چٹانوں اور اس کے نتیجہ میں ان کے رکازوں کا زمانۂ خلقت متعین کیا ہے۔ یہ نیا طریق نہایت صحیح حسابی اصول پر مبنی ہے۔ اصول یہ ہے کہ تابکار عناصر کا عمل تکسر ایک مسلسل عمل ہے جو ایک متعین قاعدہ پر واقع ہوتا ہے۔ یہ عناصر دوسرے تابکار عناصر کے متعدد ہمجا (ISOTOPES) اور بالآخر سکہ (LEAD) کے بعض ہمجا اصناف میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ایسے عناصر کی مثال ریڈیم، یورینیم، ایٹیم اور تھوریم وغیرہ ہیں۔ چٹانوں میں دبنے کے بعد ان کے تابکار عناصر میں جتنا تکسر واقع ہو چکا ہے وہ تبدیل شدہ ہمجا کی مقدار سے معلوم ہو سکتا ہے، اور اس تکسر سے اس عرصہ کا تعین ہو جاتا ہے جس کے گذرنے پر موجودہ حالت رونما ہوئی ہے۔ متعدد مربوط تائیدات کے نتیجہ میں اب زمین کے طبقات کی عمر اور آفرینش مظاہر حیات سے موجودہ زمانہ تک بڑے بڑے ارضی ادوار کی تعیین کردی گئی ہے اور جانداروں کے معرض وجود میں آنے کی ترتیب بھی متحقق ہو چکی ہے جس کے نتیجہ میں زمینی مظاہر حیات میں ایک مسئلۂ ارتقاء منکشف ہوتا ہے۔

دو ارب سال کی سرگزشت

ماہرین طبقات الارض زمین کی تاریخ کو چھ دوروں میں تقسیم کرتے ہیں اور ان ادوار کا کل عرصہ دو ارب سال قرار دیتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جب زمین پر پانی کا وجود سمندروں اور دریاؤں کی شکل میں ظاہر ہو چکا تھا اور نہایت ابتدائی قسم کی زندہ اشیاء ظاہر ہو چکی تھیں۔ مذکورہ دوروں میں سے پہلا ۲۰ کروڑ سال، دوسرا ۶ کروڑ سال، تیسرا ۳ کروڑ سال، چوتھا ۱ کروڑ سال، پانچواں ۵ کروڑ سال اور چھٹا محض دس لاکھ سال کا ہے۔ رکازوں کا وجود دورِ ثالث سے قبل نہیں ملتا گو رسوبی چٹانیں موجود تھیں۔ اس دور میں ایک وقت ایک جانور جسے ٹرائی لوبائیٹ کا نام دیا گیا ہے نہایت کثرت سے پایا گیا ہے۔ اسکے علاوہ گھونگے، ہڈی کے بغیر مچھلیاں، اسفنج، امیبا، کیکڑے، مکڑے، تیندوسے بھی ملتے ہیں۔ بالآخر ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کی ابتداء ہڈی والی مچھلی سے ہوئی۔ اس دور کے آخر میں زمین تہ و بالا ہونے کے نتیجہ میں امریکہ کا کوہ اپالیشین پیدا ہوا۔ اور اس دور کا انجام برفانی عہد پر ہوا۔ تیسرے ہی دور میں جنگلات بھی پیدا ہوئے گو پھول والے درخت ابھی معرض وجود میں نہ آئے تھے۔ اسی دور میں یہ جنگلات قشری تغیرات سے چٹانوں میں دب گئے اور کوئلہ اور تیل میں تبدیل ہو گئے۔ چوتھے دور میں دودھ پلانے والے جانور اور پرندے نمودار ہوئے اور ابتدائی ہوام (REPTILES) جو دورِ ثالث کے آخر میں ظاہر ہو چکے تھے اس دور میں بہت فروغ پا گئے۔ ان میں سے بعض ۱۰۰ ٹن وزنی ۱۰۰ فٹ لمبے اور بیس پچیس فٹ اونچے جانور ہو گذرے ہیں۔ ایشیا اور یورپ کے مقابلہ میں امریکہ میں ان جانوروں کے رکاز زیادہ ملتے ہیں اور وہاں عجائب خانوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ اس دور کے آخر میں یہ انواع معدوم ہو گئیں۔ اس دور کے آخر میں قشری تغیرات سے امریکہ کے "راکی" پہاڑ پیدا ہوئے۔ اور پانچویں دور میں کوہ ہمالیہ، کوہ ایلپس اور کوہ کارپیتھیز ظاہر ہوئے جس کے بعد چار دفعہ برفانی دور ظاہر ہوئے۔ اس عہد میں دودھ پلانے والے جانور بہت ترقی کر گئے اور وہ سارے جانور ظاہر ہوئے جو موجودہ دور میں پائے جاتے

ہیں۔ اس دَور کے آخر میں انسان کے بھی کچھ کچھ آثار ملتے ہیں اور آخری برفانی عہد کے بعد تقریباً تیس ہزار سال زمانۂ ماضی میں انسان کے واضح آثار ملتے ہیں اور یہ آثار موجودہ انسان کے ڈھانچہ کے بالکل مطابق ہیں کروڑوں سال زمانۂ ماضی تک کے جانوروں کے آثار ملتے اور انہیں جگہ جگہ عجائب خانوں میں رکھے جانے کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن مجید کے اس ارشاد کو پڑھ کر لطف اٹھائیے:۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْھِمَا مِنْ دَآبَّۃٍ
وَھُوَ عَلٰی جَمْعِھِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ
(الشوریٰ ع)

نیز فرمایا:۔

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (التکویر)

یہ ارشاد زندہ جانوروں کے لحاظ سے چڑیا گھروں اور مُردوں کے لحاظ سے عجائب خانوں پر اطلاق پاتا ہے۔

زمین کی پیدائش کا ذکر قرآن مجید میں

زمین کی پیدائش کے متعلق قرآن مجید نے چند حقائق پیش کئے ہیں۔ فرمایا:۔

"قُلْ اَئِنَّکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ
خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ
لَہٗٓ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِکَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ؁
وَجَعَلَ فِیْھَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِھَا وَ
بٰرَکَ فِیْھَا وَ قَدَّرَ فِیْھَآ اَقْوَاتَھَا
فِیْٓ اَرْبَعَۃِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ
ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ
فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا
اَوْ کَرْھًا ؕ قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ؁
فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ
وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَھَا ؕ
وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ
وَحِفْظًا ؕ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ
الْعَلِیْمِ ؁ (حٰم السجدہ ع)

اس ارشاد کی رُو سے قرآن مجید بھی زمین کے چھ دَور ہی بیان فرماتا ہے مگر یہ دَور طبقات الارض کے ماہرین کے بیان کردہ ادوار کے مقابل مختلف معلوم ہوتے ہیں۔ درحقیقت یہ اختلاف صرف اس قدر ہے کہ قرآن مجید نے انسان کے ظہور کا زمانہ شامل کرنے کی بجائے زمین کے کرۂ ارض کی شکل میں معرضِ وجود میں آنے کا زمانہ شامل کر لیا ہے۔ قرآن مجید نے دوسرے مقامات پر بھی آسمان اور زمین کی پیدائش کے چھ دَور ہی قرار دیئے ہیں۔ مثلاً اعراف ع، یونس ع، ہود ع، فرقان ع، سجدہ ع، قٓ ع اور حدید ع۔ سورہ حٰم سجدہ کی مذکورہ بالا آیات میں پہلے خلق الارض فی یومین فرمایا۔ اس سے مراد نظام شمسی میں ایک ممیز وجود کے طور پر ظاہر ہونے اور پھر زندگی کے مظاہر کے عالم وجود میں آنے کے لئے تیار ہونے کے مرحلے معلوم ہوتے ہیں۔ ان دو ایام کے مقابل سبع سمٰوٰت کے لئے بھی دو ایام کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر زیر نظر مطالعہ میں ان کی توضیح کی گنجائش نہیں۔ بہرحال یہ دو ایام پہلے دو ایام کے بعد گننے ضروری نہیں۔ وَالقینا فیھا رواسی من فوقھا کی تشریح کے لئے آجکل کا نیا مگر مقبول نظریہ سیارچہ PLANETESSIMAL THEORY قابل ذکر ہے۔ اس نظریہ کی رُو سے سیاروں کی پیدائش کے بعد مگر فضائی تکوین سے قبل زمین پر فلک سے بہت سے شہب اور سیارچے گرے تھے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہاڑ اس طرح صرف ایک دفعہ بن گئے بلکہ جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے قشری تغیرات کی وجہ سے پہاڑ مختلف زمانوں میں بنتے رہے دوسرے زمانوں میں پہاڑوں کے بننے کا استدلال سورۃ النازعات

سے کیا جا سکتا ہے بسر مایا:-

"ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ
بَنٰهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ۝
وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ۝
وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ۝
اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ۝
وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ
وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝"

اِس جگہ زمین کے قشری سکون کے بعد پانی اور سبزہ زار ول کے ظاہر ہونے کے بعد پھر پہاڑوں کے معرضِ وجود میں آنے کا ذکر فرمایا ہے۔

اقوات الارض

قدر فیھا اقواتھا فی اربعۃ ایام مختصر الفاظ ہیں مگر تقریباً ڈیڑھ دو ارب سال کے زمانہ پر حاوی ہیں۔ طبقات الارض کے دَوروں کے مقابل انسانی وجود کے دس لاکھ سال بھی قلیل عرصہ ہے اس لئے نظر انداز کرنے کے لائق ہے۔ پس چار ایام طبقات الارض کے آخری چار ادوار سے مطابقت رکھتے ہیں اور جیسا کہ پہلے تفصیل سے عرض کیا گیا ہے یہ ادوار خود تی طور پر مقرر نہیں کئے گئے بلکہ زمین پر موجودہ آثار کی بناء پر یہ تقسیم ہوئی ہے۔ گویا کہ یہ ادوار خود زمین نے بتائے ہیں اور یومئذٍ تحدث اخبارھا کی پیشگوئی سے پورے ہوکر قدرا قواتھا فی اربعۃ ایام کی تعبیر کردی ہے۔ تقدیرا قوات الارض کا مضمون بڑا وسیع ہے اور ماہرین طبقات الارض کے مطالعہ کے نتیجہ میں ہی اس قدر معلومات فراہم ہوئی ہیں کہ اس موضوع پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ بہرحال اس میں وہ تمام امور شامل ہیں جن کی تحقیقات میں آج ماہرین کی ایک کثیر تعداد مصروف ہے۔ آتش فشانیت، زلزلے، ارضی مقناطیسیت، سمندر، برفانی تسلط، کرۂ ہوائی، اثرات نظام شمسی و دیگر اجرام سماوی، کونی شعاعیں، اقوات الارض کے چند پہلو ہیں۔ اور ارضی طبیعیات، ارضی کیمیا، مٹی طبیعیات، معدنیات، زراعت، حیاتیات، اثریات کے ماہرین ارضیات کے مسائل حل کرنے میں آجکل مشغول ہیں۔ اقوات الارض کا مطالعہ انسانی زندگی کا ایک جزو لاینفک ہے اور ایک علیحدہ اور مستقل مضمون کی حیثیت رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں انسانی ارتقاء کا ذکر

قرآن مجید در اصل روحانیت کی کتاب ہے اور روحانیت کے اعتبار سے ارضیات کا سب سے اہم حصہ انواع حیات کے ارتقاء کے آثار ہیں اور تمام انواع حیات میں انسان کا شرف نمایاں ہے۔ ارضیات کی رُو سے انسان کی ابتداء بھی زمین سے ہوئی ہے البتہ ترقی کرکے وہ آسمان روحانیت پر ضرور چمکا ہے۔ قرآن مجید بھی اس کی تائید فرماتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ (الحج ع) یعنی انسان نطفہ کے ذریعہ نسلی بقاء حاصل کرنے سے قبل تراب یعنی مٹی سے پیدا کیا گیا۔ نیز فرمایا۔ وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا (نوح ع) یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین سے نباتی رنگ میں پیدا کیا۔ پھر ایک جگہ فرمایا۔ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ (الاعراف ع) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو ابتدائی پیدائش کے بعد ایک زمانہ اپنی آخری شکل میں آتے آتے لگا ہے۔ پھر فرمایا هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ (الدہر ع) یعنی انسان پر ایک وقت ایسا

بھی آیا جب وہ شے مذکور نہ تھا۔ یعنی انسانی شکل میں تو تھا مگر دماغی قوت استعمال نہ کر سکتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ امشاج یعنی مرکب القویٰ نطفہ عطا کیا جس کے نتیجہ میں وہ حیوانِ ناطق بن گیا اور اس قابل ہو گیا کہ الہام و وحی کا مہبط بن سکے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اسے روحانیت کے میدان سے روشناس کر دیا۔ پس قرآن مجید میں انسان کے جسمانی، ذہنی اور روحانی ارتقاء کا ذکر موجود ہے۔ اصولی طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا (نوح ع) یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کو کئی دوروں میں سے گزارا ہے۔ اس موضوع پر مزید تفصیل تفسیر کبیر جلد اوّل جزء اوّل صفحہ ۲۹۰ تا صفحہ ۲۹۶ ملاحظہ کریں۔

مادی اور روحانی دنیا کا تعلق

ارتقاء کے حقائق سے ظاہر ہے کہ انسان کا رشتہ زمین سے بہت گہرا ہے۔ وہ اجزاء جن سے انسان نے معرضِ وجود میں آنا تھا ابتدائے آفرینش سے زمین کے اندر رکھے گئے تھے۔ انہیں تدریجاً نشو و نما حاصل ہوا اور وہ بالآخر معراجِ ترقی پہ پہنچ کر انسان کی شکل اختیار کر گئے۔ انسانی ارتقاء کے مختلف مدارج پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور کے بعد ایک مقام آتا ہے جب ایک نئی تخلیق ہوتی ہے اور نئے دور کا آغاز ہوتا ہے ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان تیار ہوتا ہے۔ اس کی مثال جنین میں خود انسانی زندگی کی حرکت نمودار ہونا ہے جیسے قرآن مجید میں ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ یاد رکھنے والا امر یہ ہے کہ ہر نئے دور کا ہیولیٰ پہلے دور میں پایا جاتا ہے پس انسان کی روحانی ترقی کے مسئلہ میں اس کے ارضی مآخذ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان پر ہی اس کی آئندہ ترقی کی بنیاد قائم ہے۔ اسی لئے اسلامی شریعت نے انسان کی جسمانی ضروریات کے ہر پہلو کو مدنظر رکھ کر اس کے نفع اور ضرر سے آگاہ کیا ہے اور انسان کو روحانی زندگی کے نشو و نما کی خاطر قوانین شریعت کے ماتحت کیا ہے۔ آسمان روحانیت کے لئے انسان کی حیوانی زندگی بمنزلہ زمین کے ہے مگر روحانیت کی طرف قدم نہ مارا جائے تو یہ زمین ناکارہ ثابت ہوگی اور اس کا وجود نہایت ادنیٰ قرار پائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ" (الاحزاب ع) یعنی خدا تعالیٰ نے امانت ظہورِ صفاتِ الٰہی آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی مگر وہ اسے اٹھانے کی استطاعت نہ رکھتے تھے، اس لئے عجز ظاہر کر دیا۔ مگر انسان میں اللہ تعالیٰ نے صفت اقدام رکھی ہے۔ اس نے برضا و رغبت اس بار کو اٹھانے کا ذمہ لے لیا۔ ارتقاء کے نقطۂ نگاہ سے دیکھیں تو ظاہر ہے کہ یہ وہ آسمان اور زمین ہیں جن میں خود انسان کے نشو و نما پانے کا مادہ رکھا گیا اور یہ وہی پہاڑ ہیں جو اس صداقت کا ثبوت اپنے سینہ میں محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ اس مضمون میں رکازوں کے بارہ میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے پس ان پہاڑوں کی گواہی کے باوجود اور اس زمین کی اقوات اور آسمانوں میں انسانی پیدائش کے مادہ کے پائے جانے کے ثبوت کے باوجود محض انسان کی ذات خلاصۂ کائنات ثابت ہوئی ہے انسان کے امتیاز کا باعث درحقیقت وہ قویٰ ہیں جو بالآخر اس کو روحانی زندگی کا اہل بناتے ہیں۔ اس کی خطرات سے نبرد آزما ہونے کی خصلت اور محنت و مشقت برداشت کرنے کی عادت ثابت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک دشوار گزار راستہ پر ترقی کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ ترقی غیر متناہی ہے کیونکہ اس میں محنت و مشقت کے مادہ کے ساتھ استقلال پایا جاتا ہے۔ پس آسمانوں اور زمین کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ وہ محدود ارتقاء کے دائرہ

میں مقید ہیں اور انسان کو روحانیت سے مس عطا کر دیا گیا ہے جو ایک انتہا سمندر ہے۔ اس کی ترقیات غیر متناہی ہیں کیونکہ روحانیت نام ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کے انعکاس کا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات) پس عبودیت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا نقش حاصل کیا جائے اور ادھر اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی صفات کی بھی کوئی حد بست نہیں۔ انسان باوجود اپنے زمینی ماخذ کے آسمانِ روحانیت پر چمکنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے لئے یہی سزاوار ہے کہ یہ زمین سے اس حد تک تعلق رکھے جو اس کی بشریت کے تقاضا کی وجہ سے ضروری ہے اسے خلود الی الارض سے بچنا چاہیئے یعنی محض ہوا و ہوس کا بندہ ہو کر نہ رہنا چاہیئے۔ اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا
فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ
فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا
لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ
اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ (الاعراف ع ۲۲)

یہاں قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو روحانیت کی بلندیوں کی طرف لیجانا چاہتا تھا مگر وہ زمین ہی سے پیوست ہو گیا یعنی اپنی خواہشات کی پیروی میں غرق ہو گیا۔ یہی حال ہر انسان کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے رفع روحانی کے لئے پیدا کیا ہے۔ مگر کتنے ہیں جو اپنی خواہشات کی دلدل میں پھنس کر رہ نہیں جاتے۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے اعلیٰ قویٰ بروئے کار لائے عقل و وجدان کی تمام طاقتیں اکٹھی کرے، جذبات کی قوت سے ان کو پیدا نور عطا کرے اور اپنے رب کی گود میں جا کر تسلی پائے۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ اپنا مقصدِ حیات حاصل نہیں کر سکتا۔

زمین کا انجام

طبقات الارض کے مطالعہ میں ایک امر پریشان کن بھی ہے اور وہ قشری تغیرات کا ہلاکت آفرین عمل ہے۔ مخلوق کی کئی اقسام و اصناف ہیں جو آج نیست و نابود ہو چکی ہیں اور ان کے صرف آثار ہی باقی رہ گئے ہیں۔ اس سے جہاں اس امر کی تائید ملتی ہے کہ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن) وہاں غور طلب یہ امر بھی ہے کہ ان عظیم الشان تغیرات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے دنیا سے اعلیٰ مخلوق کے تخلیق اور ارتقاء کو برابر جاری رکھا ہے اور سب سے آخر اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرۃ ع ۴) کا اعلان فرماتے ہوئے روحانی صلاحیتوں والا انسان پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی۔ بے شک انسانی عقل اس سے بہتر نتیجہ اخذ نہیں کر سکتی کہ زمین کسی شدید قشری یا فلکی تغیر کے نتیجہ میں ظاہری حیات سے یکسر محروم ہو جائے مگر روحانیت کے نور سے منور ارواح کے لئے ایک درخشاں مستقبل متحقق ہے۔ اور زمین کے نئے نظام کرنے کی اس سے بڑھ کر اور کیا وجہ ہوگی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے اندر سمو لیا ہے اور یہی نور ایک جہانِ نو کی ابتداء کی نوید دے رہا ہے۔ اس نئے عالم کی کیفیت بیان کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے

"وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا
وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ
وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (الزمر ع ۷)

یہی نور جو کائنات کے اس مسلسل ارتقاء میں تجلی دکھا رہا ہے۔ اسی کا پرتو قرآن مجید کی آیات میں بھی موجود ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عرفان کے سورج کے لئے قرآن مجید کی حیثیت چاند کی سی ہے۔ فنعم ما قیل ؎

بجمالِ حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

آیاتِ الٰہی سے استفادہ

بالا کو تتمہ مضمون کے طور پر ابتدا میں درج شدہ آیات کی طرف رجوع کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارضیات سے روحانیات تک انسان کے ارتقاء کو قدم قدم پر آیات سے نوازا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اہتمام کے ذریعہ ایک عظیم الشان مقصد کی طرف اشارہ مقصود ہے جس کا حاصل کرنا انسان کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مکافاتِ عمل کا قانون نافذ کر کے بتایا ہے کہ ایک مجموعی جائزہ اس قانونِ اعمال کا مقدر ہے۔ اس دنیا میں جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نشانات سے استفادہ نہیں کرتے اس مجموعی جائزہ کے دن یعنی یوم الدین کو انہیں بہرحال احتساب کے نتیجہ میں جوابدہی کرنا ہوگی۔ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ ۝ ذَٰلِكُم بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (الجاثیہ ع)

احادیثِ نبویہ کے متن میں قباحت کا حل

مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

"بدقسمتی سے حدیث کی ایک روایت میں یہ بات آگئی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی زندگی میں تین مرتبہ جھوٹ بولے ہیں۔ ان میں سے ایک جھوٹ تو یہ ہے اور دوسرا جھوٹ سورۂ صافات میں حضرت ابراہیمؑ کا قول اِنِّی سَقِیْمٌ ہے۔ اور تیسرا جھوٹ ان کا اپنی بیوی کو بہن کہنا ہے جس کا ذکر قرآن میں نہیں بلکہ بائیبل کی کتاب پیدائش میں آیا ہے۔ ایک گروہ روایت پرستی میں غلو کر کے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اسے بخاری و مسلم کے چند راویوں کی صداقت زیادہ عزیز ہے اور اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ اس سے ایک نبی پر جھوٹ کا الزام عائد ہوتا ہے۔ دوسرا گروہ اس ایک روایت کو لیکر پورے ذخیرۂ حدیث پر حملہ آور ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ساری ہی حدیثیں اٹھا کر پھینک دو کیونکہ ان میں ایسی ایسی روایتیں پائی جاتی ہیں حالانکہ نہ ایک یا چند روایات میں کسی خرابی کے پائے جانے سے یہ لازم آتا ہے کہ ساری ہی روایات ناقابلِ اعتماد ہوں اور نہ فنِ حدیث کے نقطۂ نظر سے کسی روایت کی سند کا مضبوط ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ اس کا متن خواہ کتنا ہی قابلِ اعتراض ہو مگر اسے ضرور آنکھیں بند کر کے مان لیا جائے۔ سند کے قوی اور قابلِ اعتماد ہونے کے باوجود بہت سے اسباب ایسے ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے ایک متن غلط صورت میں نقل ہو جاتا ہے اور ایسے مضامین پر مشتمل ہوتا ہے جن کی قباحت خود پکار رہی ہوتی ہے کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے سند کے ساتھ متن کو دیکھنا بھی ضروری ہے اور اگر متن میں واقعی کوئی قباحت ہو تو پھر خواہ مخواہ اس کی صحت پر اصرار کرنا صحیح نہیں ہے۔" (ترجمان القرآن مئی ۱۹۵۵ء)

الفرقان - اب قابلِ غور امر یہ ہے کہ جب قرآن مجید میں صراحت سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا ذکر موجود ہے تو حدیثوں کے ایسے متن کی تاویل کیوں نہ کی جائے جو اس صراحت کے خلاف ہیں؟

حفظانِ صحت

ملیریا — موسمی بخار

(از جناب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب چغتائی لاہور)

ملیریا بخار پاکستان اور ہند کا ایک وطنی مرض ہے۔ لاکھوں جانیں اس موذی مرض کی وجہ سے ہر سال موت کی آغوش میں آرام کی نیند سو جاتی ہیں۔

یہ بخار دنیا کے تمام حصص میں پایا جاتا ہے مگر جہاں پانی اور گرمی زیادہ ہو وہاں پر زیادہ ہوتا ہے۔

اسباب یہ بخار ایک خاص قسم کے مچھروں کے کاٹنے سے پیدا ہوتا ہے جنہیں انا فولیز (*Anophelles*) کہتے ہیں۔ ان مچھروں کے نر تو پانی اور سبز پول کا رس چوس کر زندہ رہتے ہیں مگر مادہ خون آشامی کی دلدادہ ہے اور انسانی خون اسے بہت مرغوب ہے اس لئے وہ انسان کی تلاش میں دور دور تک اڑ کر پہنچ جاتی ہے اور سوئے ہوئے آدمی کو اپنا نیش چبھو کر خون چوستی ہے اور مرض کے جراثیم اس کے خون میں داخل کر دیتی ہے۔

مچھروں کی سینکڑوں قسمیں ہیں مگر ملیریا کے مچھر کی پہچان یہ ہے کہ جب وہ بیٹھتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا سر کے بل کھڑا ہے۔

خصوصیت ملیریا کے جو جراثیم انسان میں پائے جاتے ہیں وہ کسی دوسرے حیوان میں نہیں ملتے۔ بندروں اور پرندوں میں بھی ملیریا بخار پایا جاتا ہے مگر ان کے جراثیم انسان کے جراثیم سے بالکل علیحدہ ہوتے ہیں۔

جراثیم کا مقام ملیریا کے جراثیم انسان کے خون کے سرخ کریات میں سکونت پذیر ہوتے ہیں۔ چنانچہ مچھر جب کاٹتا ہے تو وہ جراثیم مرض (*Sporozoites*) کو جلد کے نیچے پہنچا دیتا ہے۔ جہاں سے یہ دوران خون میں شامل ہو کر جگر اور تلی اور خون کے سرخ کریات میں جمع ہو جاتے ہیں۔

حفظِ ما تقدم اپنے مکانوں کو تمام کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں اور سیلاب سے محفوظ رکھیں۔ مکانوں کے گرد پانی اکٹھا نہ ہونے دیں۔ گڑھوں اور جوہڑوں کو بند کر دیں۔ یا ان پر مٹی کا تیل یا ڈی ڈی ٹی چھڑک دیا کریں۔ نشیب میں رہنے سے پرہیز کریں اور اپنی قوت کو بحال رکھیں۔

جس موسم میں مچھر زیادہ ہوں اپنے جسم کے برہنہ حصص پر چند قطرے اولیم سٹرونلا اور اولیم یوکلپٹس سونے سے پہلے مل لیا کریں۔ رات کو مسہری لگا کر سوئیں اور ہر ہفتے ایک گولی پلوڈرین کھا لیا کریں۔

علامات اس بخار کے چار درجات ہوتے ہیں۔ درجہ اول میں مریض بے چین نظر آتا ہے۔ اسے جمائیاں اور انگڑائیاں آتی ہیں۔ بھوک مفقود ہو جاتی ہے۔ کام کاج کرنے میں کسل محسوس کرتا ہے طبیعت مضمحل اور گری گری ہوتی ہے۔ اسے اصطلاح میں *Premonitary Stage* کہتے ہیں۔

درجہ دوم میں مریض سست ہو جاتا ہے اور اسے سر درد اور متلی ہوتی ہے۔ پھر شدت سے سردی لگتی ہے جس کی وجہ سے وہ لحاف اوڑھ کر لیٹ جاتا ہے۔ دانت بجتے ہیں اور بدن درد کرتا ہے۔ اس وقت مریض

کا بدن سرد محسوس ہوتا ہے۔ نبض سریع اور کمزور ہوتی ہے اور اُسے شدت کے ساتھ قے ہوتی ہے۔ اسے Cold Stage کہتے ہیں۔

درجہ سوم۔ مریض کو کانپ کانپ کر بخار ہونے لگتا ہے تو جلد کا ۱۰۴ سے ۱۰۶ درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اب مریض لحاف اتار پھینکتا ہے اور گرمی محسوس کرتا ہے اسے سر میں شدید درد ہوتا ہے۔ پیاس لگتی ہے اور بار بار پانی پیتا ہے۔ اس درجہ میں قے اور متلیاں بہت کم ہوتی ہے۔ اسے Hot Stage کہتے ہیں۔

درجہ چہارم۔ نبض ہلکی اور تنفس تیز ہوتا ہے اور بخار آہستہ آہستہ کم ہونے لگتا ہے۔ پھر پہلے چہرے پر پسینہ آتا ہے پھر تمام بدن پسینہ سے تر ہو جاتا ہے۔ مریض کی بے چینی دور ہو کر اُسے نیند آ جاتی ہے۔ اور بخار اتر جاتا ہے۔ اسے Sweating Stage کہتے ہیں۔

غرض اس بخار کی ہر نوبت میں یہ تمام درجات یکے بعد دیگرے ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اور نوبت عموماً ۱۰ سے ۱۲ گھنٹوں تک قائم رہتی ہے۔

نوبت مرض میں ہر مریض کی تلی کو ٹٹول سکتے ہیں اور مریض خود مقام جگر پر بھی خفیف درد محسوس کرتا ہے۔

عوارض اس بخار میں درد سر اور قبض رہتا ہے۔ عموماً کھانسی ہونے لگتی ہے۔ باچھیں پک جاتی ہیں کبھی تو بجائے قبض اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ پیشاب کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ تلی بڑھ جاتی ہے۔ جگر میں صلابت پیدا ہو جاتی ہے کبھی ورم کبد عارض ہو جاتا ہے۔ اگر مریض جلد اچھا نہ ہو تو اسے دق عارض ہو جاتی ہے۔

شدت مرض اگر دماغ پر اثر انداز ہو تو مریض کو بے ہوشی، چڑچڑا پن، ہذیان اور دیوانگی عارض ہو جاتی ہے اگر قلب پر اثر انداز ہو تو قلب میں اتساع اور اس کی دیواروں میں تعظم پیدا ہو جاتا ہے۔ خون کے سُرخ کریات کی تعداد بہت کم ہو جاتی ہے۔ مریض کا چہرہ پھیکا اور بے رونق ہو جاتا ہے۔ فقر الدم (کمی خون) ایک عام علامت ہے۔

تدابیر علاج مریض کو کامل آرام و سکون میں رکھیں۔ پانی زیادہ پلائیں۔ غذا نرم اور زود ہضم کھلائیں گلوکوس اور پھلوں کا پانی وافر دیں۔ رفع قبض کریں۔

اگر بخار بہت تیز ہو یا ۱۰۴ سے زیادہ ہو جائے تو سر کو ٹھنڈا کریں اور برف کی تھیلی سر پر رکھیں۔ مریض کا بدن ٹھنڈے پانی سے پونچھ دیں لیکن احتیاط سے اور ساتھ ساتھ بدن کو خشک بھی کرتے جائیں یا برف سے سرد کردہ پانی کا انیما کر دیں۔

مرض کی خاص دوائیں ۱۔ کونین سلفیٹ۔ یہ سب سے مفید اور مؤثر دوا ہے جسے ۱۸۲۰ء میں ڈاکٹر Pelletier of Caventon نے سنکونا بارک سے حاصل کیا تھا اس کے استعمال کی بہترین شکل مکسچر کی صورت میں ہے۔ چنانچہ یہ نسخہ مفید ہے:-

کونین سلفیٹ ۵ گرین
ایسڈ سٹرک ۲۰ گرین
ٹنکچر کارڈیم کمپونڈ ۱۵ منم
سیرپ اورنشیائی ۱ ڈرام
ایکوا انتھایپ ایک اونس

ایسی ایک ایک خوراک ہر تیسرے یا چوتھے گھنٹے پلائیں۔

کونین کا استعمال حاملہ عورتوں کے لیے مناسب نہیں۔ اس سے اسقاطِ حمل کا خطرہ ہوتا ہے اسلئے اگر ضرورت ہو تو حاملہ کو

یو کونین ۵ گرین پوٹاسیم برومائیڈ ۳ گرین

ملا کر کھلائیں۔

کم سن بچوں کو بھی یو کونین ۲ گرین۔ ایمونیا کلورائیڈ ۱ گرین ملا کر کھلانا زیادہ موزوں ہے۔

کونین بائی ہائیڈرو کلورائیڈ کا ٹیکہ بھی کیا جاتا ہے۔

۲۔ پلازموکوئن (Plasmoquin) یہ دوا ۱۹۲۴ء میں ماہر Horleni اور اس کے دو ساتھیوں Schnleman & wrngler نے تیار کی تھی۔ یہ ایک بے مزہ اور زرد رنگ کی دوا ہے اس دوا کو اگر کونین کے بعد استعمال کیا جائے تو عمدہ اثر کرتی ہے۔ حاملہ عورتوں اور بچوں کے لئے بہت موزوں ہے۔ مقدار خوراک ½ گرین دن میں دو دفعہ۔

بائر کمپنی کی پلازموکوئن کمپونڈ کی گولیوں میں کونین اور پلازموکوئن ہر دو شامل ہیں اور ملیریا کے لئے یہ دوا لاریب مفید ہے۔

۳۔ میپاکرائن Mepacrine
یا
اٹیبرین Atebrine

یہ دوا ۱۹۳۳ء میں مندرجہ ذیل تین ماہرین کی کئی سالہ محنت کا ثمرہ ہے:

Dr. Meilzsch
Dr Manssat
& Dr Ellerfeld

ملیریا کی نوبت کو روکنے میں بڑی پُرتاثیر شے ہے۔ لیکن زہر ہے۔ اور اس کے غیر محتاط استعمال سے تو تش' بے خوابی، دیوانگی اور ... پر زردی پیدا ہو جاتی ہے مقدار خوراک ۲ گرین ہے۔

اس کا ٹیکہ بھی کرتے ہیں۔ اور ٹیکہ کی دوا کو Mepracrine methane Snlphanate کہتے ہیں۔

۴۔ پلوڈرین Paludrine or (Proguanis)

یہ دوا ملیریا کے لئے بطور حفظ ماتقدم بھی مفید ہے۔ اس کی مقدار خوراک ۱ سے ۲ گرین ہے۔ اور بطور حفظ تقدم ہفتے میں ایک دفعہ کھلائی جاتی ہے۔

ملیریا بخار میں صبح و شام میپاکرائن اور دوسرے روز ایک دفعہ پلوڈرین کا کھلانا بہت مفید ہے۔

پلوڈرین ایسی ٹیٹ ۲۰۰ ملی گرام کا وریدی ٹیکہ بھی مفید ہے۔

۵۔ ریسوچن Resochin

اس کا دوسرا نام کلوروکوئن Chloroquin ہے۔ یہ بھی زرد رنگ کی گولیاں ہیں جو اٹیبرین کے مشابہ ہوتی ہیں۔ لیکن اٹیبرین سے ۳ گنا زیادہ مفید ہیں اور اٹیبرین سے بہت کم زہریلی ہیں۔

یہ گولی صبح اور شام ہمراہ گلوکوس دیں۔

۶۔ نیواکوئن Niva quin

یہ ایک نئی دوا ہے جو اصل میں Di hydrochloride of Sontochin ہے اور پلوڈرین سے ۷ گنا زیادہ مؤثر اور مفید ہے۔

۷۔ کیموکوئن Camoquin

یہ دوا بھی اٹیبرین کے مشابہ ہے لیکن اس سے بہت زیادہ مفید، قوی اور بے مزہ دوا ہے۔ اس کی ایک گولی صبح ایک شام ملیریا کا طلسمی علاج ہے۔

یہ تینوں دوائیں کم و بیش سب زہریلی ہیں۔ اسلئے ان کے ساتھ الکلائن مکسچر پلانا بہت مفید ہے۔ گولی کھلانے کے بعد ہر تیسرے گھنٹے یہ مکسچر دیں:

پوٹاسیم سائٹریٹ	۲۰ گرین
سوڈا بائیکارب	۱۰ گرین
سپرٹ امونیا ایرومیٹک	۲۰ منم

ڈیکوا امونیا ایسی ٹیٹ ۲ ڈرام
سپرٹ اورنشائی ۱ ڈرام
اکوا ایک اونس

ایسی ایک ایک خوراک ہر تیسرے گھنٹے پلائیں۔ اس سے جگر اور گردے زہریلے اثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔

سلفاڈایازین تو شاید ملیریا میں کچھ مفید ہو لیکن پنسلین کا ٹیکہ اس مرض میں بالکل بے معنی شئے ہے چنانچہ پنسلین کے دلدادگان کو بے مصرف ٹیکوں سے اجتناب کرنا ایک ضروری امر ہے۔

ملیریا بخار کا یونانی علاج :-

۱۔ مغز تخم کرنجوہ۔ فلفل دراز۔ زیرہ سفید۔ برگ تلسی ہموزن سفوفاً۔ خوراک ۲-۳ رتی ہمراہ شربت بنفشہ ۲ تولہ و عرق بادیان ۱۰ تولہ دیں۔

۲۔ مغز تخم کرنجوہ ۳ ماشے۔ اتیس عمدہ ۱ ماشہ۔ فلفل دراز ۱ ماشہ۔ کلونجی ۱ ماشہ۔ چرائتہ ۱ ماشہ۔ پھٹکڑی بریاں ۲ ماشے۔ گیری ۱ ماشہ۔ سفوف بنالیں۔ خوراک ۳ سرخ۔

۳۔ مغز تخم کرنجوہ ۵ ماشہ۔ نوشادر ۲ ماشہ۔ شورہ قلمی ۲ ماشہ۔ گیری ۱ ماشہ۔ سفوفاً۔ خوراک ۳ سُرخ۔

۴۔ مغز تخم کرنجوہ۔ نوشادر۔ ریوند چینی ہموزن سفوفاً خوراک ۳ سُرخ۔

۵۔ مغز کنول گٹہ ۳ تولہ۔ مغز کرنجوہ ۳ تولہ۔ گیرو ۳ ماشے۔ طباشیر اصیل ۱ تولہ۔ الائچی خورد ۱ تولہ۔ زہر مہرہ ۶ ماشے۔ ست گلو اصیل ۹ ماشے۔ کہربا ۱ تولہ۔ سفوفاً۔ خوراک ۳ سرخ۔ بچوں، حاملہ عورتوں اور نازک مزاجوں کے لئے عمدہ شئے ہے۔

عوارضاتِ ملیریا

۱۔ عظم طحال۔ نوشادر ۱ تولہ۔ رائی ولایتی ۹ ماشہ۔ سفوفاً۔ خوراک ۱ رتی۔

دیگر۔ آملہ سار۔ نوشادر۔ ہیراکسیس۔ کلونجی ہموزن سفوفاً۔ خوراک ۱-۲ رتی۔

۲۔ عظم جگر۔ لونگ ۲ ماشہ۔ مصطگی ۱ ماشہ۔ مشک ۱ ماشہ۔ دارچینی ۱ ماشہ۔ افسنتین ۲ ماشہ۔ عود ۲ ماشہ۔ فلفل سیاہ ۲ ماشہ۔ دار فلفل ۲ ماشہ۔ سنبل الطیب ۲ ماشہ۔ سفوفاً۔ خوراک ۱ ماشہ۔

دیگر۔ گل غافث۔ ریوند چینی۔ افسنتین۔ گل سرخ۔ سفوفاً۔ خوراک ۲ سرخ۔

دیگر۔ افسنتین ۵ ماشہ۔ گل سرخ ۳ ماشہ۔ گل گاؤزبان ۳ ماشہ۔ عود ۲ ماشہ۔ مصطگی ۲ ماشہ۔ الائچی خورد ۱ ماشہ۔ طباشیر ۱ ماشہ۔ سفوفاً۔ خوراک ۲ سرخ۔

۳۔ اسہال کبدی۔ عود ۲ ماشہ۔ کچور ۳ ماشہ۔ ہیراکسیس ۱ سرخ۔ سنبل الطیب ۲ ماشہ۔ بل گتھ ۴ ماشے۔ الائچی خورد ۴ ماشہ۔ مازو ۱ ماشہ۔ زنجبیل ۲ ماشہ۔ مشک ۱ ماشہ۔ سفوفاً۔ خوراک ۲ سرخ۔

دیگر۔ پوست سنگترہ ۹ ماشہ۔ پوست سنگدانہ مرغ ۵ ماشہ۔ ناگ کیسر ۳ ماشہ۔ آملہ سار ۲ ماشہ۔ دار فلفل ۲ ماشہ۔ کلونجی ۴ سرخ۔ جدوار ۴ سرخ۔ سفوفاً۔ خوراک ۲ سرخ۔

ضعف قلب جدوار ۱ تولہ۔ کافورہ ماشہ۔ سرکہ کے ساتھ مستحق بلیغ کرکے حبوب نخودی بنالیں۔

دیگر۔ بلوڈیجی ٹیلس ۱ تولہ۔ گل سرخ ۲ تولہ۔ سفوف بنالیں۔ خوراک ۱ رتی۔

دیگر۔ گل گاؤزبان ۱ تولہ۔ گل سرخ ۱ تولہ۔ دانہ الائچی کلاں ۷ ماشہ۔ زیرہ سفید ۵ ماشہ۔ بادیان ۵ ماشہ۔ کہربا ۱ ماشہ۔ سفوفاً۔ خوراک ۱ ماشہ۔

ضعف معدہ سنگدانہ مرغ۔ قرنفل۔ مصطگی۔ پودینہ۔ عود۔ ہموزن سفوفاً۔ خوراک ۲ سرخ۔

دیگر۔ پوست ترنج ۱ تولہ۔ الائچی خورد ۳ ماشہ۔ صندل سفید ۳ ماشہ۔ مشک بالا ۲ ماشہ۔ ناگرموتھ ۲ ماشہ۔ گل دھاوا ۲ ماشہ۔ چترہ ۲ ماشہ۔ لونگ ۲ ماشہ۔ مشک ۲ سرخ۔ سفوفاً۔ خوراک ۲ سرخ +

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۚ وَ

اے ایمان والو! "راعنا" نہ کہو بلکہ یہ کہا کرو کہ ہم پر شفقت کی نظر کیجیے ہاں تم توجہ سے بات پہلے کان دھر کر (سنو) کیونکہ کفر کرنے والوں کے لیے

لِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

دردناک عذاب مقرر ہے۔ اہل کتاب اور مشرکین یہ نہیں چاہتے کہ تم پر تمہارے رب کی

وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ

طرف سے خیر (قرآن کریم) کا نزول ہو۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے

بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ○ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ

نوازتا ہے۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اگر ہم کوئی حکم (تورات وغیرہ سابقہ

أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

کتب کا) منسوخ کرتے ہیں یا اسے ذہنوں سے اتار دیتے ہیں تو اُس جیسا بلکہ اس سے بہتر حکم لاتے ہیں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

قَدِيرٌ ○ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ

قدرت رکھنے والا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے

مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ○ أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا

مقابلے میں تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہو سکتا۔ کیا تم اپنے رسول سے ایسے ہی (بیہودہ) سوال

رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ ۗ وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ

کرنا چاہتے ہو جیسا کہ قبل ازیں موسیٰ سے کیے گئے۔ یاد رکھو کہ جو شخص ایمان کی بجائے کفر اختیار کر لے گا

فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ○ وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ

تو وہ سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا۔ اہل کتاب کی بڑی تعداد اپنے حسد کی وجہ سے خواہشمند ہے کہ کاش تمہارے

۱؎ رَاعِنَا میں نبی سے مساوات کا ادعا پایا جاتا ہے۔ نیز یہود اسے محرف کر کے بے ادبی کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ بے ادبی کا رنگ اور بے ایمانی پیدا ہوتی ہے اسلئے از راہِ احتیاط مومنوں کو مشتبہ لفظ چھوڑ کر اُنْظُرْنَا استعمال کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ۲؎ سیاق و سباق سے صاف ظاہر ہے

مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا

ایمان لانے کے بعد، تمہیں کافر بنا سکیں۔ حالانکہ ان لوگوں پر حق کھل چکا ہے۔

تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ اِنَّ

پس ان سے عفو و در گزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے امر کو لے آئے

اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ وَمَا

اللہ تعالیٰ اپنے ہر ارادہ پر قادر ہے۔ نمازیں قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ اور یاد رکھو

تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا

کہ اپنے فائدے کے لئے جو نیکی بجا لاؤ گے اُسے خدا کے ہاں پاؤ گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ

دیکھنے والا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جنت میں وہی داخل ہوگا جو یہودی ہوگا یا

نَصٰرٰى ۗ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

عیسائی ہوگا۔ یہ محض ان کے خیالات ہیں۔ انہیں کہو کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے اس دعویٰ پر کوئی دلیل پیش کرو۔[۲]

بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ

ہاں جو شخص اپنی ساری توجہ اور سارے ارادے خدا کے تابع کر دیتا ہے اور وہ (بنی نوع انسان سے) احسان کرنے والا ہوتا ہے اسے

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

اپنے رب کے ہاں خاص اجر ملے گا۔ اور ایسے لوگوں پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔[۳]

کہ اس جگہ یہود و مشرکین کے .... اس اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے کہ قرآن مجید کے ذریعہ سابقہ احکام اور دنیا نے طریقے بدلے جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ دیکھنے والی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بہتر اور زیادہ مفید احکام دے رہا ہے یا نہیں۔ یاد رہے کہ اس آیت میں قرآنی آیات کے منسوخ ہونے کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے۔

[۲] نجات اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیک اعمال پر موقوف ہے۔ یہود و نصاریٰ محض نام پر نجات کا دار و مدار ٹھہراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی ہے اور عملی زندگی اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نام کا یہودی یا عیسائی ہونا محض بے کار شئی ہے۔

[۳] اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا طریق یہ ہے کہ انسان پورے دل سے اس کی عاشقانہ اطاعت کرے اور اس کے بندوں سے ہمیشہ حسنِ سلوک کرے۔ ایسا کرنے والے انجام کار خوف و غم سے نجات پائیں گے اور انہیں خاص قرب حاصل ہوگا۔ اسلام میں دعویٰ کی نہیں عمل کی قیمت ہے +

تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی مختلف جماعتیں

(از جناب چودھری احمدالدین صاحب پلیڈر گجرات)

آدمؑ نے باوجود منع کرنے کے درخت ممنوعہ کا پھل کھا لیا۔ تو وہ جنت سے جس میں وہ آرام سے بلا مشقت زندگی بسر کر رہا تھا باہر نکالا گیا اور تمدن کی زنجیروں میں جکڑا گیا اور تنازعات اور مناقشات کے دکھوں میں گرفتار ہو گیا تو خدا نے اس پر رحم کیا۔ الہام سے اس کو نوازا اور فرمایا کہ اب موسموں میں جس طرح زمین بعد خشک سالی کے مرنے کے بعد آسمانی بارش سے زندہ کی جاتی ہے اور حیوانات کی زندگی کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں۔ الہام کی روحانی بارش ہوا کرے گی۔ اور میری طرف سے ہادی اور راہنما آیا کریں گے۔ اگر تم ان کی ہدایت پر عمل پیرا ہو گے تو دکھوں اور غم و الم سے محفوظ رہو گے۔ ورنہ عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے اور زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

(۱) فَقُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (۲/۳۹)

(۱) ہم نے کہا تم سب اس جنت سے نیچے اُتر جاؤ۔ جب کبھی میری طرف سے تمہارے پاس ہادی آئیں تو جو ان کی ہدایات پر کاربند ہوں گے وہ خوف اور غم و الم سے بچ رہیں گے۔

(۲) اِعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (۵۷/۱۵)

(۲) جان لو کہ خداوند زمین کو اسکے مرنے کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔

(۳) اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ (۱۳/۲)

(۳) بیشک تو خدا کی طرف سے ڈرانے والا ہے اور ہر ایک قوم کے لئے ہادی آتے ہیں۔

خدا کی طرف سے جو ہادی اور راہنما آتے ہیں ان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ربانی ارشادات کو اس کی گمراہ مخلوق کی طرف پہنچائیں۔ ایسے ہادی ہمیشہ رسالات حق پہنچانے میں باوجود شدید مخالفتوں۔ کہ جو کہ دروں اور گنہگاروں کی طرف سے ہوتی رہی ہیں۔ جان کو ہتھیلی پر رکھ کر ساعی اور سرگرم رہے ہیں۔ اور وہ اور انکی قلیل التعداد جماعت بڑی بڑی مصائب اور تکالیف کا سامنا کرتی رہی ہے۔ مگر آخر وہ کامیاب ہوتے رہے ہیں اور ان کے اعداء جو تاریکی کے فرزند اور شیطان کے پیرو تھے ناکام اور نامراد ہوتے رہے ہیں۔

(۱) يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (۵/۱۰)

(۱) اے پیغمبر جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تیری طرف اتارا گیا ہے اس کی تبلیغ کر۔ اگر تو ایسا نہیں کریگا تو پھر تو اس الزام کے نیچے آ جائیگا کہ تو نے پیغام حق نہیں پہنچایا۔ خدا تجھ کو لوگوں کے شر سے بچائے گا۔

(۲) کَتَبَ اللّٰہُ (۲) خدا نے یہ بات لکھ
لَاَغْلِبَنَّ اَنَا دی ہے کہ میں اور
وَرُسُلِیْ (۵۸/۲۱) میرے رسول ضرور
غالب رہیں گے۔

(۳) اَلَآ اِنَّ حِزْبَ (۳) خبردار یقیناً خدا کا
اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ گروہ ہی ہمیشہ
(۵/۱۲) غالب رہے گا۔

انبیاء اور ان کی جماعت کے لوگ دانشمندی سے نصیحت کے رنگ اور ہمدردانہ لہجہ میں تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ اور اگر کبھی بحث کا موقع آیا تو احسن طریق سے جس سے کوئی فتنہ اور فساد پیدا نہ ہو بحث کرتے رہے ہیں۔ اگر انبیاء کے طریق کو چھوڑ کر کوئی ایسی راہ بحث کی اختیار کی جائے جس سے ضد اور عداوت کے جذبات پیدا ہوں تو ایسی بحث سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اُلٹا نقصان ہوتا ہے۔

(۱) اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ (۱) اے پیغمبر! تو لوگوں کو
رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ دانشمندی اور پسندیدہ
وَالْمَوْعِظَۃِ نصیحت سے اپنے رب
الْحَسَنَۃِ وَ کی طرف بلا اور اگر کبھی
جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ بحث کا موقع پیش آئے
ھِیَ اَحْسَنُ ط تو احسن طریق سے
(۱۶/۱۲۶) بحث کر۔

چونکہ انبیاء کا مشن یہ ہوتا ہے کہ تمام ان لوگوں کو جن کی طرف وہ مبعوث ہوتے ہیں ایک جھنڈے کے نیچے جمع کریں اور ان کو ان راہوں پر چلائیں جو خدا تعالےٰ کے تقرب اور خوشنودی کی طرف لیجانے والی ہوں اور ہلاکت اور ابدی شقاوت سے بچائیں۔ کردار اور اخلاقِ فاضلہ کے اعلیٰ مقام پر انکو پہنچائیں اور ہر بدی اور گناہ سے ان کو محفوظ رکھیں۔ اور یہ کام ایسا اہم اور مشکل ہوتا ہے کہ جب تک بحیثیت جماعت اور محکم تنظیم کے ساتھ نہ کیا جائے کامیابی دشوار ہوتی ہے۔ اسلئے خداوند تعالےٰ نے قرآن مجید میں جو تمام دُنیا کی راہبری کے لئے نازل ہوا صریح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت بسرکردگی امام ایسی ہونی چاہیئے جو دین کی طرف دُنیا والوں کو دعوت کرے۔ اچھے اور پسندیدہ کاموں کے کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے تفرقہ اور اختلافات کی وجہ سے شیرازہ جمعیت کو توڑ دیا۔ اور اپنی کوششوں کو جو دین مبین کے استحکام اور فروغ کے لئے وقف ہونی چاہئیں تھیں فتنہ پردازی اور فساد انگیزی میں ضائع کر دیا۔

(۱) وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ (۱) مسلمانو! تم میں سے ایک
اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ جماعت بقیادت امام
اِلَی الْخَیْرِ وَ ایسی ضرور ہونی چاہیئے
یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ جو دین مبین کی طرف
وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ جو سراپا بھلائی اور
وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ فلاح و بہبود ہے
الْمُفْلِحُوْنَ ہ لوگوں کو بلاتے۔
وَلَا تَکُوْنُوْا نیک کرداری کا حکم
کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا دیتے اور بدکرداری کو
وَاخْتَلَفُوْا مِنْ منع کرے ایسی جماعت
بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ کے لوگ ہی کامران و
الْبَیِّنٰتُ وَ بامراد ہوں گے اور
اُولٰٓئِکَ لَھُمْ ان لوگوں کی طرح مت
عَذَابٌ عَظِیْمٌ ہو جنہوں نے شیرازہ
(۳/۱۱) جمعیت توڑ دیا اور بعد
اسکے کہ ان کے پاس

آیات بیّنات آئے ۔
انہوں نے باہم اختلاف
کیا۔ یہی لوگ ہیں جو
بڑے بھاری عذاب میں
مبتلا ہوں گے ۔

چونکہ دین اسلام ایک آخری دین تھا اور اس میں انسانی فطرت کے تقاضوں کے مطابق تمام قسم کی ہدایات موجود ہیں جو اخلاق کی تکمیل اور روحانی وجسمانی نعمتوں کے حصول کے لئے ضروری ہیں۔ اور اس دین قویم کے استحکام اور پائیداری کے لئے لازمی تھا کہ ہر زمانہ میں ایک ایسی جماعت موجود رہتی جو اس کی تبلیغ اور اشاعت کی اہلیت رکھتی ۔ اسلئے خداوند علیم نے مجددین کا سلسلہ جاری رکھا جو اپنے تقدس، علمی تبحر اور نفس کی پاکیزگی سے ایک جاں نثاروں کی جماعت بنا سکیں۔ جو بطور جماعت کے اپنی طاقتوں کو مجتمع کرکے تبلیغ میں ساعی اور سرگرم رہیں تاکہ اگلے دینوں کی طرح امتداد زمانہ سے یہ دین مبین بھی صفحۂ روزگار سے مٹ نہ جائے کیونکہ زمانہ ہر ایک چیز کو فنا کر رہا ہے اور کوئی چیز اس کی دست برد سے محفوظ نہیں رہ سکتی ۔ ارشاد خداوندی ہے:-

(۱) وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (سورۂ عصر)

(۱) لوگو! زمانہ کی گردش کو دیکھو۔ انسان بھی اسکی دست برد سے بچ نہیں سکتا۔ ہر آن گھٹتا جاتا ہے مگر وہ لوگ نقصان اور خسارہ میں نہیں رہیں گے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے۔ اور حق اور صداقت اور صبر و استقلال کی دوسروں

کو وصیّت کی۔

انسان کی عمر طبعی کے مطابق ہر سو سال کے بعد دینی ارشادات پر بھی ایک قسم کا زوال آجاتا ہے یعنی قرآنی علوم علماء نفس پرست کی غلط تفسیر اور تعبیر سے مستور ہو جاتے ہیں اسلئے سو سال کے بعد ایک پاک نفس انسان روح القدس کی تائید سے مؤید ہو کر ظہور پذیر ہو جاتا ہے اور اس کے متبعین کی جماعت اپنے امام وقت کی سرکردگی میں تبلیغ کے اہم کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے۔ کیونکہ خداوند کریم کا وعدہ ہے کہ میں قرآن کی حفاظت کرونگا جو لفظی اور معنوی دونوں طرح ہونی چاہیئے۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا مگر مبلغین کے راستہ میں شیطانی طاقتیں حائل ہوتی رہیں اور اُن کے کام میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے ہر ذریعہ کو استعمال کیا۔ بعض اوقات ان کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ بعض اوقات ان کو قید و بند کی سزا دلائی۔ بعض اوقات ان کو زہر دیکر مروا دیا۔ بعض اوقات ان کی پبلک میں توہین کی۔ انکے مقدس مُنہ پر تھوکا گیا اور ان کے مُنہ پر طمانچے مارے گئے۔

ان انسانیت سوز اور گھناؤنے افعال کے مرتکب کون لوگ ہوئے؟ وقت کے کند ذہن اور سطحی خیالات کے مُلّا جو دینی تفقہ سے عاری اور انسان کے فطری قوی اور طبعی جذبات اور وقت کے تقاضوں سے نابلد اور روحانیت کے تجلیات سے ناواقف تھے۔ یہ تاریکی کے فرزند ہر اس بزرگ اور مقدس ہستی کے درپے آزار ہوئے جو ان کے دنیاوی فوائد اور نفسانی خواہشوں کے سد راہ تھے۔

(ل) امام ابو حنیفہؒ کے خلاف یہ فتوی لگایا گیا کہ وہ قیاس اور استدلال کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں اور اس پر اپنے فتووں کی بنیاد رکھتے ہیں۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کو ان کے خلاف بھڑکایا گیا۔

ان کو سر اجلاس کوڑے لگوائے گئے۔ قید کر دیا گیا۔ اور پھر زہر دیکر مروا دیا گیا۔ (یہ وہی امام ابوحنیفہ ؒ ہیں جن کا اسوقت مسلمانوں کا کثیر حصہ پیرو ہے۔)

(ب) امام شافعی کو رافضی اور بے دین قرار دیا گیا۔ ان کے مرنے کی دعائیں کی گئیں۔ علماء مصر و عراق نے ان پر ایسی ایسی تہمتیں لگائیں کہ جن کی بنا پر ان کو یمن سے بغداد تک بے عزتی اور بے حرمتی سے قید کر کے بھیجا گیا۔ ہزاروں آدمی ان کو ملامت کرتے اور گالیاں دیتے جاتے تھے اور وہ اُن میں بے بسی اور بے کسی کی حالت میں سر جھکائے ہوئے جاتے تھے (یہی مقدس امام شافعی ؒ ہیں جن کے پیرووں کے لئے اب تک کعبہ میں مصلّے رکھا ہوا ہے اور سعدی شیرازی جیسے عالم ان کے معتقد اور مقلد ہو گذرے ہیں۔)

(ج) امام مالکؒ پچیس ۲۵ سال تک جمعہ اور جماعت کیلئے باہر نہ نکل سکے۔ ذات سے قید کیے گئے۔ اس بے دردی سے ان کی مشکیں باندھی گئیں کہ ان کا ہاتھ بازو سے اُکھڑ گیا۔ خلفاء عباسیہ کا دستور تھا کہ وہ اپنی اطاعت کی بیعت لیتے وقت یہ عہد بھی لیتے تھے کہ اگر میں دل سے بیعت نہیں کرتا تو میری عورت کو طلاق۔ جب مدینہ میں خروج کا مسئلہ شروع ہوا تو لوگوں نے اپنے اس معاہدہ کا ذکر امام مالکؒ سے کیا۔ انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ جبری طلاق ہے اور طلاق المکرہ لیس بشیءٍ (جبری طلاق غیر موثر ہے) خلیفہ وقت کے پاس ان کی شکایت کی گئی۔ ان کو اونٹ پر سوار کرایا گیا اور ان کو کہا گیا کہ آپ اس مسئلہ کی صحت سے انکار کریں۔ لیکن یہی امام مالکؒ نے اونٹ پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے۔ جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں مالک انس کا بیٹا ہوں اور صاف صاف کہتا ہوں کہ طلاق المکرہ لیس بشیءٍ (جبری طلاق غیر موثر ہے) اس پر آپ کو ستر کوڑے مارے گئے اور قید کیا گیا (یہ وہی امام مالکؒ ہیں جو حدیث کی مشہور کتاب موطا امام مالک کے مصنف ہیں۔ عرصہ دراز تک مدینہ منورہ میں قاضی رہ چکے ہیں اور جن کے پیرووں کے لئے ایک مصلّے کعبہ میں رکھا ہے۔)

(د) امام احمد بن حنبل ؒ ۲۸ ماہ تک قید رہے۔ بھاری بھاری زنجیریں آپ کے نازک پاؤں میں ڈالی گئیں۔ ان کو ذلیل کرنے کے لئے مجلسوں میں بلایا جاتا۔ لوگ آپ کے منہ پر طمانچے مارتے۔ آپ کے مقدس منہ پر تھوکتے۔ ہر شام کو جیل سے نکال کر آپکو کوڑے مارے جاتے۔ یہ سب کچھ اسلئے تھا کہ وہ ایک مسئلہ میں اس زمانہ کے علماء سے متفق نہ تھے۔ (امام احمد بن حنبل ؒ وہی بزرگ ہیں جو حدیث کی مشہور کتاب مسند احمد کے مصنف ہیں۔ کعبہ میں ان کے پیرووں کا مصلّے موجود ہے۔)

مصنف الیواقیت والجواہر لکھتے ہیں:۔

(۱) اما الائمۃ (۱) ترجمہ۔ اب مشہور مجتہدین

المجتهدون	پر کیا گذری۔ خلفاء وقت
فلا يخفى ما قاساه	نے امام ابوحنیفہؒ پر جو
الامام ابوحنيفة	مظالم توڑے وہ کسی سے
مع الخلفاء وما	پوشیدہ نہیں ہیں۔ امام
قاساه الامام	مالکؒ سے جو بے رحمانہ
مالك واستخفاه	سلوک کیا گیا وہ بھی سب
خمسا وعشرين	کو معلوم ہے۔ پچیس سال
سنة لا يخرج	تک آپکو محبوس رکھا گیا۔

الجمعة ولا الجماعة وكذلك ما قاساه الامام الشافعي من اهل العراق ومن اهل مصر وكذلك لا يخفى ما قاساه الامام احمد بن حنبل من الضرب والحبس وما قاساه الامام البخاري حين اخرجوه من بخارا الى خرتنگ ونفوا ابا يزيد البسطامي سبع مرات من بسطام بواسطة جماعة من علمائها وشيعوا ذا النون المصري من مصر الى بغداد مقيداً مغلولاً وسافر معه اهل مصر يشهدون عليه بالزندقة -
(اليواقيت والجواہر جلد ا صلا)

وہ جمعہ اور جماعت کیلئے باہر نہ نکل سکے۔ اہلِ عراق اور اہلِ مصر نے جو سنگدلانہ سلوک امام شافعیؒ سے کیا۔ وہ کون نہیں جانتا امام احمد بن حنبل رح کو کوڑوں سے پیٹا گیا۔ قید و بند میں رکھا گیا۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ کو بخارا سے نکالا گیا۔ اور خرتنگ کی طرف جلاوطن کیا گیا (جو سمرقند سے دو میل کے فاصلہ پر ہے) ان پر اس قدر مصائب پڑے کہ انہوں نے تنگ آکر آخر یہ دعا مانگی۔ ''اللّٰھمّ ضاقت علیّ الارض بما رحبت فاقبضنی الیک'' ترجمہ۔ اے خدا تیری زمین تو بہت وسیع ہے مگر مجھ پر تنگ ہوگئی ہے۔ پس مجھ کو اپنی طرف بلالے۔ اس دعا سے تھوڑا عرصہ بعد خرتنگ میں آپ نے وفات پائی جہاں ان کی قبر ہے۔ ناقل) حضرت بایزید بسطامی کو بسطام کے علماء کے فتووں کے تحت سات دفعہ بسطام سے نکالا گیا حضرت ذوالنون مصری کو مصر سے بغداد کی طرف پابہ زنجیر شہر بدر کیا گیا۔ اہلِ مصران کے ہمراہ یہ شہادت دینے کے لئے گئے کہ وہ زندیق ہے''۔

ائمۂ مجتہدین کے مندرجہ بالا واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں نہ تو بنی امیہ کی حکومتوں نے اور نہ بنی عباس کی حکومتوں نے بطور جماعت کے قرآنی احکام کے مطابق تبلیغ کا کام سرانجام دیا۔ بلکہ ان مقدسین کو دُنیا پرست علماء کے فتووں کی آڑ لیکر محض اس لئے بے دردی سے ستایا اور ان کے تبلیغی کام میں روڑے اٹکائے کہ ان کی بڑھتی ہوئی شہرت، قوتِ جذب اور قبولیتِ عام کو دیکھ کر ان کو اپنی سلطنت کے زوال کا خطرہ لاحق ہوگیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں حکومتیں یکے بعد دیگرے مٹ گئیں اور ان کی جگہ ترکوں نے لے لی۔ جو اب تک حکمران چلے آتے ہیں۔ مگر انہوں نے بھی تبلیغی نظام کو اپنا فرضِ منصبی نہ سمجھا اور نہ اس میں کوئی حصہ لیا۔ یہ مقدس کام ربانی علماء فرداً فرداً اپنے اپنے حلقہ اثر و رسوخ میں کرتے رہے۔

ہندوستان میں قریباً ایک ہزار سال تک مسلمان حکمران رہے ہیں۔ ناصر الدین شاہ اور اورنگ زیب جیسے دیندار اور پابندِ شریعت بادشاہ ہو گذرے ہیں۔ مگر کسی بادشاہ کے زمانہ میں آیہ کریمہ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ پر حقیقی طور پر عمل نہیں ہوا اور بحیثیت ایک جماعت کے تبلیغ دین نہیں ہوئی۔ بلکہ شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کو جو آپ مجدد

الف ثانی مانے جاتے ہیں علماءِ وقت کے فتووں کی بناء پر جہانگیر بادشاہ نے قید کر دیا اور اس طرح تبلیغی کام میں رکاوٹ پیدا کر دی۔ ہندوستان کے مسلمان بادشاہ سیاسی اعتبار سے بھی تبلیغی نظام قائم نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ان کی رعایا میں سے غیر مسلموں کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی اور وہ کہہ سکتے تھے کہ شاہی تسلط کو کام میں لا کر ان کو تبدیلِ مذہب پر مجبور کیا جاتا ہے۔

خداوند علیم کا یہ بھی ارشاد تھا "هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" ۹/۳۳ (وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو جملہ ادیان پر غالب کرے) اور یہ بھی ارشادِ الٰہی تھا کہ "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" ۲/۲۵۷ ۔ (دین میں کوئی جبر نہیں ہے) اور یہ بھی فرمانِ الٰہی ہے کہ "لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ" ۱۰۹/۶ ۔ (کہہ دے کہ تمہارا دین تمہارے لئے اور میرا دین میرے لئے ہے) جبکہ دین کے بارہ میں جبر و اکراہ کو ممنوع قرار دیا گیا اور یہ فرمایا گیا کہ دین اسلام کو تمام مذاہبِ عالم پر غالب کیا جائے گا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امن کے طریقوں سے جملہ مذاہب کے پیروؤں کو دلائلِ بیّنہ کے ساتھ اسلام کی دعوت دی جائے۔ اور یہ ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اسلام کو تمام مذاہب کے مقابلہ کا موقع ملے اور اس مقابلہ میں حق کو غلبہ حاصل ہو۔ ہندوستان انگریزی عہدِ حکومت میں ایک ایسا ملک تھا جہاں تمام مذاہب یعنی اسلام، سناتن دھرم، آریہ سماج، برہمو سماج، دیو سماج، جین مت، بدھ مذہب، مسیحیت اور کنفیوشس مت کے پیرو موجود تھے اور انگریزی قانون کے مطابق سب کو اپنے مذہب کی تبلیغ اور اشاعت کا حق حاصل تھا۔ اور حکومت کی طرف سے جو جمہوری اصولوں پر چل رہی تھی مذہبی جلسوں اور بحث و مباحثہ کی عام اجازت تھی۔ یہ زمانہ ایسا تھا کہ اس ارشادِ الٰہی کے مطابق کہ "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا" (۳/۹۸) خدا کے رسّہ (دینِ الٰہی) کو سب مل کر پکڑ لو۔ اہلِ اسلام ایک نظام کے ماتحت بقیادتِ امام تبلیغ کے موقع سے فائدہ اٹھا کر اسلام کی برتری ثابت کرتے مگر انہوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور ایک دوسرے کی تکفیر کے مخمصوں میں الجھے رہے۔ لیکن خداوند علیم و خبیر نے چودھویں صدی ہجری کے سر پر غیر معمولی اور معجزانہ روحانی، لسانی اور قلمی طاقتوں سے مؤید کر کے حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی کو اسلام کی تائید و دستگیری اور اسکو تمام مذاہب پر غالب کرنے کیلئے مسیح و مہدی موعود مبعوث فرمایا اور ان کو موقع دیا کہ وہ جلسۂ اعظم مذاہب میں جو ایک ہندو بزرگ کی صدارت میں اسلامیہ کالج لاہور میں بتاریخ ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو منعقد ہوا اپنا معجزانہ مضمون قرآن مجید کی برتری اور فوقیت ثابت کرنے کے لئے پیش کریں جس کے باقی سب مضامین پر بالا رہنے کی الہامِ ربانی کے مطابق بذریعہ اشتہار مؤرخہ ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء پیشگوئی کی۔ جب وہ لاثانی مضمون جلسہ میں پڑھا گیا تو سامعین پر ایک وجد کی سی حالت طاری ہو گئی اور صدر جلسہ کے منہ سے بے اختیار یہ کلمہ نکل گیا کہ یہ مضمون سب مضامین پر بالا رہا۔ ہر طرف سے تحسین کی آواز آ رہی تھی۔ اس وقت عیسائیوں کے اخبار سول ملٹری گزٹ اور بیس کے قریب دیگر اخبارات نے اس مضمون کی برتری کا اقرار کیا اور اس طرح وہ پیشگوئی جو بربنائے وحیِ الٰہی کی گئی تھی کھلے طور پر پوری ہو گئی اور دینِ اسلام حضرت مرزا صاحب کے انفاسِ متبرکہ سے دیگر ادیان پر

غالب ہوگیا۔ یہ غلبہ ایسا تھا کہ آنحضرتؐ کے بعد کسی دیگر دینی پیشوا اور راہنما کے زمانہ میں ظہور پذیر نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا تھا کیونکہ ازمنۂ مابعد میں تمام مذاہب کے پیرو اس طرح اکٹھے نہیں ہوسکتے تھے کہ اسلام کو دلائل نیّرہ اور براہینِ نیّرہ کے ساتھ غالب ہونے کا موقع ملتا۔ تفاسیر قرآن میں درج ہے کہ غلبۂ اسلام متعلقہ آیۂ کریمہ "لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ" مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہوگا۔ سو یہ غلبہ جملہ عظیم مذاہب کے ذریعہ سے مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے وقوع میں آگیا۔

دُنیائے اسلام میں صرف ایک احمدی جماعت ہے جو بقیادتِ امام اسلام کی تبلیغ چار دانگِ عالم میں الٰہی ارشاد کے مطابق بحیثیت ایک جماعت ہونے کے استقلال اور ہمتِ مردانہ کے ساتھ کر رہی ہے اور اس عظیم الشان کام کی سرانجام دہی کے لئے سوائے اپنے افراد کے اور کسی سے ایک پائی کی امداد نہیں لے رہی۔ اس غریب اور چند لاکھوں میں گھری ہوئی جماعت کے گریجوایٹ اور مولوی فاضل یورپ کے مختلف ممالک اور امریکہ اور ایشیا کے ملکوں میں نہایت دانشمندی اور حکمت سے اس پیغامِ حق پہنچانے میں ساعی اور سرگرم ہیں۔ دیگر مسلمان باوجود حکومتوں کے مالک ہونے کے اس کام میں کوئی حصہ نہیں لے رہے اور اپنی ساری ہمت اور ساری کوشش دنیاوی وجاہت اور دنیاوی کامرانیوں کے لئے صرف کر رہے ہیں۔ گویا تبلیغ جس سے حقیقی طور پر ترقی ہوسکتی ہے ان کا فرض ہی نہیں ہے۔ کہاں ہے جمعیت علماء ہند۔ کہاں ہے جمعیت علماء اسلام۔ کہاں ہے مجلس اتحاد اسلام۔ کہاں ہے جماعت اسلامی۔ وہ بتائیں کہ انہوں نے غیر مذاہب کے پیرووں کو اسلام کی آغوش میں لانے کیلئے کیا جدوجہد کی؟ یورپ کے فلاسفروں اور نصرانیوں کو مسلمان بنانے کے لئے اور حقانیتِ اسلام کے اثبات کیلئے کیا سامان فراہم کئے؟ کتنے مبلغین اس اہم بالشان کام کے لئے تیار کئے؟ جو چندے انہوں نے غریب مسلمانوں کی جیبوں سے حاصل کئے اُن کا کوئی حصہ اشاعتِ اسلام پر خرچ کیا۔ یا اسلام کی تبلیغ کرنیوالے احمدیوں کی تکفیر و ترہیب و تذلیل اور تخریبی سرگرمیوں کی نذر کر دیا؟

ریلوں، بحری و خلائی جہازوں، ہوائی طاقت، ٹیلی گراف، ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے ذریعہ سے تمام دنیا اکٹھی ہوگئی ہے اور تمام قوموں کو جن میں اکثر عیسائی صلیب پرست ہیں تبلیغ کرنے، اسلام کی صداقت ثابت کرنے اور صلیبی عقیدہ کو پاش پاش کرنے کا موقع قدرت خداوندی نے پیدا کر دیا ہے۔ کسرِ صلیب کا یہی وقت ہے اور اسی وقت مسیح موعودؑ نے نازل ہونا تھا تاکہ وہ تمام مذاہبِ باطلہ کا روحانی، لسانی اور قلمی ہتھیاروں سے مقابلہ کرکے اسلام کو جو علماء کی غفلت، حق پوشی اور فقدانِ تفقہ سے کمزور ہو چکا تھا غالب کرے اور صلیبی عقیدہ کو روشن اور مسکت نصوص دلائل سے توڑ کر رکھ دے۔ سو مسیح اپنے وقت پر نازل ہوگیا اور اس نے براہینِ نیّرہ، اپنے انفاسِ متبرکہ اور اپنی درد بھری دعاؤں سے صلیبی عقیدہ کو توڑ کر اسلام کو سچا ثابت کر دیا۔ (اس امر واقعہ کا اقرار مخالف مسلمان اہل الرائے بھی کرتے ہیں۔)

بعض بدباطن، بدگو اور بدزبان جو اسلام کو بدنام کرنے اور اس سے عوام الناس کو متنفر کرنے میں پیش پیش تھے ہندوستان میں اور اس سے باہر بددعا کے ہتھیار سے قدرت نے فنا کے گھاٹ اتار دیئے۔ مثلاً لیکھرام پشاوری جو مباہلہ کرکے عین پیشگوئی کے مطابق غیبی ہاتھوں سے مارا گیا۔ ڈوئی باشندۂ امریکہ اور پیگٹ باشندۂ انگلستان جو اسلام کو فنا کرنے کے مدعی تھے انسانی ہاتھوں کے بغیر ہلاک ہوئے اور اسلام کی صداقت کا نشان اپنے پیچھے چھوڑ گئے اور مسیح موعودؑ کے حق میں یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر کی پیشگوئی کو پورا کر گئے۔

جب تک تمام مذاہب کے پیرو اکٹھے نہ ہوئے اور تمام ادیان پر دین اسلام کے غلبہ کا موقع نہ پیدا ہوا اور حدیث یضع الحرب (دین کے لئے لڑائی کی ضرورت نہ رہے گی اور دلائل و براہین سے برتری حاصل کی جائے گی۔) کے مطابق امن کے طریقوں سے تمام قوموں کو تبلیغ کرنے کا وقت نہ آیا۔ مسیح موعود کا نزول ملتوی رہا اور جب وہ عین وقت پر جبکہ تمام دنیا اکٹھی ہو گئی اور تبلیغ کی راہیں قدرت خداوندی نے کھول دیں نازل ہوا تو اس نے خداداد طاقت اور روح القدس کی تائید سے تمام مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کی مدد کی ایسی مدد جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور قرآن کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے کو عدیم النظیر دلائل سے ثابت کیا۔ عمر بھر اس جہاد میں مصروف رہا اور اپنے پیچھے علماء ربانی کا ایک گروہ چھوڑا جس کے قائم و دائم رہنے کی بدیں الفاظ الہامی دعا مانگی۔ "اللّٰھم ان اھلکت ھٰذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابداً" (اے خدا اگر تو نے اس گروہ کو ہلاک کر دیا تو پھر دنیا میں کبھی کوئی تیرا پرستار نہیں رہے گا) اور جس کے دلوں میں اسلام کی محبت کا بے پناہ جذبہ بھر دیا۔ اور جو اس الہام کے پورا کرنے کے لئے کہ "خدا تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا" محض خداوند کریم کی حفاظت کے ماتحت بے نظیر تنظیم کے ساتھ جان کو جوکھوں میں ڈال کر تمام ممالک یورپ و امریکہ و ایشیا میں تبلیغ اسلام میں مصروف ہے۔ یہ علماء کا عصابہ دن بدن بڑھ رہا ہے۔ ہر سال جامعہ احمدیہ سے ۲۰-۲۵ طلباء مولوی فاضل کا امتحان پاس کر لیتے ہیں حالانکہ پنجاب یونیورسٹی کے اورینٹل کالج سے ۵-۶ طلباء سے زیادہ مولوی فاضل کا امتحان پاس نہیں کرتے۔ احمدی جماعت کی یہ علمی ترقی باوجود دنیاوی ذرائع کی کمی کے حیرتناک ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی علوم کی حفاظت کے لئے خدا کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ اور مقدس مسیح کی روح پر فتوح آستانہ الوہیت پر اندر ہی اندر دعا میں مصروف ہے۔ علوم عربیہ کی ترقی کے علاوہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے کافی طلباء ہر سال ڈگریاں حاصل کر رہے ہیں۔ اور یہ خدا کے پرستار علماء اور گریجوایٹ تبلیغ اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر رہے ہیں۔ اور جامعۃ المبشرین میں دینی و تبلیغی ٹریننگ حاصل کر کے روئے زمین کے تمام ملکوں میں اشاعت اسلام کر رہے ہیں اور ان غلط فہمیوں کا ازالہ کر رہے ہیں جو عیسائی اقوام میں اسلام کی نسبت پادریوں نے پھیلا رکھی ہیں۔ بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں بعض ملکوں میں جو نئی احمدی جماعتیں پیدا ہوئی ہیں۔ وہ اپنے تبلیغی اخراجات کو خود برداشت کر رہی ہیں اور مرکز سے کوئی امداد نہیں لے رہیں بلکہ مرکز کی چندوں سے مدد کر رہی ہیں۔ دوسرے مسلمان بجائے اسکے کہ تبلیغ کے اہم کام میں احمدی جماعت کی مدد کرتے الٹا ان کو مولویوں کے غلط فتووں کی بناء پر جو ہمیشہ راستبازوں کے درپئے آزار رہے ہیں ستانے اور دکھ دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہے۔ عقلمندوں اور اسلام کا درد رکھنے والوں کو سوچنا چاہئیے کہ کیا ان علماء کا فرض نہیں ہے کہ یہ غیر مسلموں کو یورپ، امریکہ اور دیگر ممالک میں جا کر اسلام کا پیغام پہنچائیں؟ کیا ہمیشہ سے ان کا یہی فرض چلا آتا ہے کہ علماء ربانی اور صلحاء کے خلاف اپنی ذاتی اغراض کو پورا کرنے کیلئے کافر اور مرتد ٹھہرا کر عوام الناس کو ان پر بدظن کریں اور اس طرح تبلیغ اسلام میں رکاوٹ پیدا کریں۔

اہل قلم حضرات سے درخواست

دین کی اشاعت اور اسلام کی حمایت کیلئے محنت کر کے مضمون لکھنا بھی جہاد ہے۔ الفرقان آپ کو اس جہاد میں شرکت کے لئے دعوت دیتا ہے۔

(ایڈیٹر)

آپ کے اپنے مکتبہ کی کتابیں اور ٹریکٹ

احباب کرام! آپ ہمارے مکتبہ الفرقان سے جملہ قسم کی مذہبی کتب طلب فرما سکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل مفید کتابیں اور ٹریکٹ آپکی مذہبی معلومات میں خاص اضافہ کرنیکی موجب ہونگی اور آپ اسلام اور احمدیت کے متعلق صحیح معلومات حاصل کر سکیں گے۔

(۱) **تفسیر کبیر** از حضرت امام جماعت احمدیہ جس میں قرآنی حقائق و معارف کا ایک دریا موجزن ہے۔ سورہ یونس سے کہف تک کی تفسیر کا صرف ایک نسخہ ہمارے پاس ہے۔ قیمت پچاس روپے۔

(۲) **تفسیر سورۂ مریم**۔ یہ حضرت امام جماعت احمدیہ کے ان درس القرآن کے نوٹ ہیں جو آپنے ۱۹۵۲ء میں مسجد مبارک ربوہ میں دیا۔ قیمت چودہ آنے۔

(۳) **تفہیمات ربانیہ**۔ اس کتاب میں غیر احمدی صاحبان کے ان تمام اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو وہ سلسلہ احمدیہ پر کرتے ہیں۔ یہ بھی نایاب ہے۔ صرف ایک نسخہ موجود ہے۔ قیمت دس روپے۔

(۴) **کلمۃ الیقین فی تفسیر خاتم النبیین**۔ خاتم النبیین کی تفسیر میں ایک جامع مگر نہایت مختصر مضمون ہے۔ یہ سولہ صفحات کا ٹریکٹ ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔ ایک نسخہ کیلئے دو آنے کا ٹکٹ بھجوائیے۔ تقسیم کرنیکے لئے فی سینکڑہ ۸/- روپے مقرر ہیں۔

(۵) **نیا انکشاف**۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی زندگی کے متعلق برٹش انسائیکلوپیڈیا میں شائع شدہ تصاویر سے ایک نیا انکشاف پیش کیا گیا ہے۔ یہ مضمون انگریزی، عربی اور اردو میں اکٹھا ایک ہی ٹریکٹ میں شائع کیا گیا ہے۔ ایک نسخہ کے لئے دو آنے کے ٹکٹ اور فی سینکڑہ ۸/- روپے مقرر ہیں۔

(۶) **الفرقان** کے تمام خاص نمبر اپنے اندر جامعیت رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے ختم نبوت کے متعلق ایک خاص نمبر نکل چکا ہے۔ خلافت راشدہ کے بارہ میں ایک فیصلہ کن خاص نمبر شائع ہو چکا ہے۔ قرآنی حقائق و معارف پر ایک خاص نمبر نکل چکا ہے۔ نیز ایک سالانہ نمبر پوری آب و تاب سے چھپ چکا ہے۔ ان چاروں خاص نمبروں میں سے ہر ایک کی قیمت ایک روپیہ فی پرچہ۔ چاروں نمبر ایک ساتھ طلب کرنے کی صورت میں صرف تین روپے لئے جائیں گے۔ علاوہ محصولڈاک۔

(۷) **عربی قصیدہ**۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کو اپنے سید و مولا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے جو والہانہ عشق تھا اس سلسلہ میں آپ کا ایک عربی قصیدہ مع ترجمہ و اعراب مکتبہ الفرقان نے شائع کیا ہے۔ قیمت فی نسخہ دو آنے۔

(۸) حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی جملہ تصنیفات مکتبہ الفرقان کی معرفت طلب فرمائیں۔ مندرجہ ذیل کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں:۔ (۱) احکام القرآن ۳/۸/۰ (۲) امثال القرآن ۲/۸/۰ (۳) رحمۃ للعالمین حصہ اول ۲/۴/۰ دوم ۲/۰/۰ (۴) نادر و نایاب تحریریں ۲/-

(۹) **مناظرہ مہت پور** جماعت احمدیہ اور شیعہ صاحبان میں چار مسئلوں پر سیر حاصل تحریری مباحثہ ہو چکا ہے۔ جو فریقین کے مشترکہ خرچ پر شائع کیا گیا تھا۔ اسکے صرف چند نسخے باقی ہیں۔ فی نسخہ ۲/- روپے قیمت مقرر ہے۔

نوٹ:۔ مکتبہ الفرقان سے لٹریچر خرید کر آپ علمی اضافہ کے علاوہ اشاعت کے ثواب میں بھی حصہ لیں گے۔

مینجر مکتبہ الفرقان، ربوہ ضلع جھنگ

اشتہارات

رسید مژدہ کہ ایّامِ نوبہار آمد

(حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کے قلم سے)

حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جماعت میں سب سے بڑے روحانی طبیب تھے اسی طرح ساری عمر آپ کی جسمانی بیماریوں کو چنگا کرنے کی فکر میں گذری یعنی دنیا میں جو شہرت آپ کو حاصل تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ راجہ سے لیکر پرجا تک سب پر آپ کا فیض جاری تھا۔ ایک طرف اگر

جموں و کشمیر کا عظیم الشان مہاراجہ

سالہا سال تک آپ کے زیرِ علاج رہا تو دوسری طرف آپ کے لئے یہ امر باعثِ فخر تھا کہ

عالمِ روحانیت کا عظیم الشان بادشاہ

یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھی جب سے آپ قادیان میں ہجرت کر کے آئے وصال تک معالج رہے۔ حضرت حکیم الامت یونانی، ویدک اور انگریزی تینوں طریقوں سے علاج کرتے تھے۔ آپ نے اپنی ساری عمر کے بیش بہا تجربات اپنی قلم سے ایک بیاض میں قلمبند کئے جس میں ہر مرض کے بے نظیر سے بے نظیر نسخے درج ہیں۔ یہ بیاض آپ کے صاحبزادوں کے پاس ہے۔ حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی۔ اس وقت سے آج تک گو آپ کے بعض شاگردوں نے بعض

بعض نسخے بنا کر پبلک کو دیئے۔ مگر یہ **گنجینہ پوری طرح دنیا پر بند رہا**۔ آپ کی وفات کے ۴۶ سال بعد خدا تعالیٰ نے آپ کے صاحبزادوں کو یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنے حاذق الملک باپ کے مخفی مجربات کو اپنی نگرانی میں دیانت، امانت، سچائی اور توجہ سے خالص اور صحیح اجزاء سے تیار کر کے دنیا کے فائدہ کے لئے پبلک میں لائیں اور ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق بنیں۔ ان کی طرف سے اخبار الفضل کی ایک قریب کی اشاعت میں اس امر کا اعلان ہو چکا ہے۔ میں علیٰ وجہ البصیرت اس امر کے اعلان کی جرأت کرتا ہوں کہ حضرت

خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادگان پوری توجہ، اخلاص اور ہمدردی کے ساتھ

بے نظیر باپ کے بے نظیر نسخوں کو

اپنی نگرانی میں بنوا رہے ہیں۔ اسلئے تمام دوستوں سے درخواست ہے کہ وہ اعلان کردہ ادویہ یا جو بھی نسخہ بنوانا چاہیں وہ آرڈر دیکر بنوا سکتے ہیں۔

بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم الامت کے فیض کو تا ابد جاری فرمائے۔ آمین ثم آمین ◆

ضروری اطلاع

دواخانہ نور الدین رضی اللہ عنہ جودھامل بلڈنگ لاہور میں مستورات کے علاج کا خاص انتظام ہے بیگم صاحبہ حکیم عبدالوہاب عمر وفا بگ گولڈ میڈلسٹ بیمار کو دیکھتی ہیں اور علاج کرتی ہیں۔

باہر کے احباب خط میں بیماری کی تفاصیل لکھ کر دوائی منگوا سکتے ہیں!

پتہ:۔ دواخانہ نور الدین رضی اللہ عنہ جودھامل بلڈنگ ۔ لاہور

(طابع و ناشر ابو العطاء جالندھری نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا)